Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب تشحیذ الاذہان

یعنی

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو

ایڈیٹر - قاضی محمد ظہور الدین - اکمل

نمبر ۱۲ ۔ ۵ دسمبر ۱۹۳۰ء ۔ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ ۔ جلد ۲۹

مضمون

الحجۃ البیضاء فی المعراج والاسراء

(محررہ)

مولانا تاج الدین صاحب لائلپوری (مولوی فاضل)

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپیہ اور ہندوستان سے باہر ۸ر

مصدقہ طلباء اور غریب احمدیوں سے ۲ر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اُنتیسویں جلد کا اختتام

خدا تعالیٰ کے فضل سے ریویو آف ریلیجنز اُردو کی ۲۹ ویں جلد اس رسالہ کے ساتھ ختم ہوتی ہے۔ فہرست مضامین رسالہ جنوری کے ساتھ شائع کر دی جائیگی ؛

ہم نے اپنی طرف سے جو کچھ ہو سکا خریداران ریویو کی علمی خدمت کر دی۔ اب آپ کا فرض ہے کہ اس رسالہ کی توسیع اشاعت میں بیش از بیش حصّہ لیں۔ مَیں اس کے متعلق مفصّل ایک اپیل سکرٹریان جماعتہائے احمدیہ کی خدمت میں بھیج چکا ہوں جسکے نتائج کا امیدوار ہوں، ضروری ہے کہ نہ صرف رسالہ کا بقایا صاف کیا جائے بلکہ اس کے خریدار بڑھانے کے لئے خاص توجہ دی جائے، ورنہ اس وقت رسالہ کی مالی حالت ایسی کمزور ہے کہ اس کو چلانے میں سخت دِقّت پیش آ رہی ہے۔ مَیں امید کرتا ہوں بہی خواہانِ مِلّت ان چند لفظوں کو بہت جانینگے۔ اور جلسہ سالانہ پر مجھے اس قابل بنا دینگے کہ آئندہ سال دلجمعی کے ساتھ ان کی خدمت بجا لا سکوں ؛ (ایڈیٹر)

الحجّة البیضاء فی المعراج والاسراء

اس رسالہ میں معراج نبویؐ پر ایک مکمّل مضمون ہدیہ ناظرین کرام ہے۔ مولانا تاج الدین صاحب نے یہ مضمون ان تمام مخالف تحریروں کو زیر نظر رکھ کر لکھا ہے جو ہمارے عقیدۂ معراج کے خلاف شائع کی گئی ہیں۔ علی الخصوص اہلحدیث امرتسر کا معراج نمبر۔ الفقیہ کا معراج نمبر۔ مولوی ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کا رسالہ، کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ (مولوی ادریس صاحب دیوبندی) افادۃ الافہام (صدر الصدور مولوی انوار اللہ صاحب حیدر آباد دکن)

یہ ایک نہایت قیمتی مجموعہ ہے جسے ریویو آف ریلیجنز پیشکش محفل مؤدت منزل احباب کرام کر رہا ہے۔ اُمید ہے کہ اس سے فائدہ اُٹھایا جائیگا اور اس کی اشاعت بھی کی جائے گی ؛

نیا لٹریچر: مفصلہ ذیل ٹریکٹ و رسالے برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان نے چھپوائے ہیں۔ اُن سے طلب کئے جائیں (۱) چھوت چھات۔ (۲) تقیہ شیعہ۔ (۳) نظم ظہور امام۔ (۴) ذو الفقار حیدری (۵) اسلامی عقاید (۶) حقیقت وحی والہام۔ ہر ایک ٹریکٹ کی قیمت ایک پیسہ۔ ایک سو ۸؍ ؛ کشف الحقائق۔ حقائق القرآن کا مکمّل جواب فی کاپی ۲؍ - تعلیم المہدی قیمت ۱؍ ضیاء الاسلام دربارہ اصلاح رسوم قیمت ۱؍ ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

الحجّۃ البیضاء فی المعراج والاسراء

وسالہ "کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ"[1] کے ابتداء میں "جناب مستطاب مولٰنا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب مدرس دار العلوم دیو بند" نے ایک مقدمہ ("دربیانِ امکان رفع جسمانی") جو ۳۷ صفحات پر مشتمل ہے سپرد قلم کیا ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے ؛

آپ حیران ہونگے۔ کہ رسالے کا نام تو تھا "کلمۃ اللہ فی حیاتِ روح اللہ" اور ۹۰ صفحات میں سے ۳۷ صفحے معراج کے ذکر میں صرف کر دیئے۔ یہ بے تعلّق بحث کیوں؟ تو مولوی صاحب موصوف صفحہ ۳ پر اس کا تعلّق زیر بحث مسئلے سے یوں بیان فرماتے ہیں کہ:۔ "خصوصاً جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معراج جسمانی خود قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ وجیدہ سے ثابت ہو گیا۔ پھر تو حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے رفع جسمانی میں کوئی استبعاد نہ ہونا چاہیئے"۔

مولوی صاحب! بے شک اگر "معراج جسمانی قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ وجیدہ سے ثابت ہو گیا" تو "حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے رفع جسمانی میں استبعاد نہ ہونا چاہیئے"۔ لیکن مولوی صاحب! محض ازالۂ استبعاد سے اس کا وقوع ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امکان الشیئ لا یستلزم وقوعہ ایک مشہور مقولۂ حکماء ہے ؛

---

[1] دراصل اِس مضمون میں علاوہ اس کے افادۃ الافہام حصّہ دوم (مصنّفہ "مولوی محمد انوار اللہ معین المہام امور مذہبی وصدر الصدور صوبجات دکن" (بیان معراج)، دفع العجاج عن طریق المعراج (مصنّفہ مولوی مرتضیٰ حسن دیو بندی) "معراج النبی" (مؤلفہ مولوی احمد علی مقیم شیرانوالہ دروازہ لاہور) "المحدیث" کے "معراج نمبر" اور "الفقیہ" کے "معراج نمبر" وغیرہ کی بھی تردید کر دی گئی ہے۔ کیونکہ ان سب میں قریباً ایک ہی سی باتیں مذکور ہیں۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خیر، ہر چہ بادا باد، ناظرین! "قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ وجیدہ" سے ثبوت "معراج جسمانی" کا ملاحظہ فرمائیں:-

آیت سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا.... الخ لکھہ فرماتے ہیں (۱) "آیت ہذا... کو سبحان کے لفظ سے شروع فرمانا خود اس امر کو بتلا رہا ہے کہ یہ خواب اور کشف کی طرح کوئی معمولی واقعہ نہیں کیونکہ تسبیح کا لفظ امور عظیمہ ہی کے لئے ہوا کرتا ہے" صفحہ ۶-(۲) نیز اسراء اور معراج کا معجزہ ہونا... اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کشفی یا منامی واقعہ نہیں، کیونکہ معمولی چیزوں کو معجزہ نہیں کہا جاتا-(۳) اس کو خصیصۂ آنحضرت صلعم کہنا... بالکل غلط ہوگا کیونکہ معراج منامی اور کشفی دیگر انبیاء علیہم السّلام کو بھی ہوئی ہے-(۴) نیز اسراء کا لفظ بیداری ہی کی حالت میں استعمال کیا جاتا ہے، خواب یا مکاشفے کے لئے نہیں-(۵) عبد نام فقط روح کا نہیں بلکہ جسد مع الروح کا ہے"

ناظرین! دیکھا؟ یہ ہے "قرآن عزیز" سے معراج جسمانی کا زبردست ثبوت! ہاں اس سے بھی بڑھ کر "ناقابل تردید" ثبوت سنئے، فرماتے ہیں:-(۶) "اس واقعہ کو خدا تعالیٰ نے فتنہ اور امتحان سے تعبیر فرمایا ہے (وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس) سو اگر یہ واقعہ کشفی یا منامی تھا تو اس کو فتنہ کے ساتھ تعبیر کرنا، کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا" صٹ (۷) لنریہ من اٰیٰتنا سے آسمانوں کی سیر اور باری تعالیٰ کا مکالمہ اور حق تعالیٰ کے مشاہدہ بصری سے مشرف ہونا مراد ہے-(۸) اس واقعہ کو آیاتِ کبریٰ سے شمار کرنا بھی اس کی واضح دلیل ہے کہ واقعہ منامی اور کشفی ہرگز ہرگز نہیں"

صاحبان! یہ ہیں وہ براہین قاطعہ اور حجج قاہرہ کہ جن کی بنا پر یہ عجیب و غریب سُنن الٰہیہ کے خلاف دعویٰ کہ آنحضرت صلعم اپنے جسد عنصری اور مادی جسم کے ساتھ ہفت افلاک کی سیر کرکے اور انبیاء و ملائکہ بلکہ خود ذات باری تعالیٰ سے بالمشافہ بلا حجاب ایک لمبی چوڑی گفتگو اور طول طویل مکالمہ و مخاطبہ کرنے کے بعد ایک ہی سیکنڈ میں واپس تشریف لے آئے تھے- ع بریں عقل و دانش بباید گریست- آپ نے دیکھا! کہ مولوی صاحب اپنے اس بے بنیاد دعویٰ کو "قرآن عزیز" کی کسی نص سے ہرگز ثابت نہیں کر سکے یعنی کوئی ایسی آیت پیش نہیں کر سکے اور نہ کر سکینگے کہ جس میں یہ لکھا ہو کہ حضور سرور کائنات صلعم اپنے جسد عنصری ہی کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے تھے بلکہ کوئی ایسی آیت بھی پیش نہ کر سکے اور نہ کر سکینگے کہ جس میں صرف آنحضرت صلعم کا آسمان پر جانا ہی مذکور ہو (احادیث کی بحث آگے آتی ہے) ہاں چند قیاساتِ فاسدہ اور اوہام کاسدہ کو پیش کیا ہے کہ جو تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ ضعیف اور کمزور ہیں (وسیأتی بیانها)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھلا مولوی صاحب! آپ کے ان بیان کردہ ظنونِ فاسدہ اور مزعوماتِ باطلہ سے زیادہ یہی کچھ ثابت ہوسکتا ہے نہ، کہ آنحضرت صلعم کو۔ بحالت بیداری جسماً معراج ہوئی تھی۔ سو لیجئے! میں آپ کی یہ بات تسلیم کرلیتا ہوں، لیکن کیا آپ کو معلوم نہیں، کہ اسی کیفیت کا نام "مشاہدہ"، اور "مکاشفہ" ہے یعنی یہ کہ اس میں اہل اللہ بیدار بھی ہوتے ہیں اور جسم ہی کے ساتھ، ہزارہا کوس کا فاصلہ بھی طے کرآتے ہیں، درانحالیکہ وہ اپنے مکان مادی سے جدا بھی نہیں ہوتے، بلکہ بعض اوقات اپنے احباب کے ساتھ سلسلۂ گفتگو میں بھی مشغول ہوتے ہیں اور اسی حالت میں وہ آنِ واحد میں عجیب و غریب مناظر و مشاہدات کا ملاحظہ و معائنہ کرلیتے ہیں۔ بلکہ بعض اوقات وہ دوسری جگہ بھی لوگوں کو نظر آجاتے ہیں اور یہ معاملہ ایک سرِّ ملکوتی اور راز الٰہی ہے، جس تک صرف صاحبِ حال و تجربہ لوگوں ہی کی رسائی ہوسکتی ہے ٭

یا یوں سمجھئے، کہ بعض اصحابِ کشف و عرفان نے "عالم جسد" اور "عالم روح" کے درمیان ایک ایسے تیسرے عالم کا وجود بھی تسلیم کیا ہے کہ جہاں، جسم پر روح کے خواص طاری و جاری ہوتے ہیں اور روح اپنی خصوصیت اور مناسبت کے مطابق جسمانی شکل و صورت میں نمایاں ہوتی ہے اور عالمِ شہادت کی غیر محسوس و غیر مرئی چیزیں (یعنی معانی و واقعات) مختلف اشکال و صُورِ متناسبہ میں مشاہدہ کرائی جاتی ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم، امام خطابی، امام غزالی، علامہ سیوطی، حضرت امام ربانی اور تمام حضرات مجددیہ اس عالم کے قائل ہیں، اور اس کے متعلق جناب شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کا بیان بھی پڑھنے کے قابل ہے۔ آپ اپنی کتاب "نکات الحق" میں لکھتے ہیں:۔ "تعلق روح کا اگر دو ایسے بدنوں کے ساتھ ہو، جن میں سے ہر ایک جداگانہ عالم میں ہو، محال نہیں ہے، درویش جو مختلف بدنوں میں نظر آتے ہیں (مثلاً ان کو لاہور میں بھی لوگوں نے دیکھا اور دہلی میں بھی) ان کے بارے میں کیا کہو گے (دیکھو ایک روح دو جسموں میں نظر آئی)... قیامت کے اُٹھنے اور منتشر ہونے کے بہت سے احتمال ہیں، ایک تو اسی عالم مثال کا وجود ... الخ" لطائف الحق، ترجمہ نکات الحق ص۳۷ مطبوعہ افضل المطابع دہلی ٭

ایسا ہی میر صفدر حسین صاحب مہتمم تعمیرات سرکار نظام اپنی کتاب "اربعین" مطبوعہ حیدرآباد دکن، میں لکھتے ہیں:۔ "عالم مثال کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جس کے ادراک میں قوتِ متخیلہ شرط ہے اور اصطلاح قوم میں اس کو مثالِ متصل کہتے ہیں یہ عالم خواب و خیال ہے کیونکہ اس کا ظہور و نمود، خواب و تخیل کے متعلق ہے، دوسری قسم وہ ہے جس کے ادراک میں قوتِ متخیلہ کی شرط

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں، اس کا نام مثالِ منفصل ہے، یہ عالم نہایت وسیع ہے، اسی عالم میں جبرئیل علیہ السّلام انبیاء علیہم السّلام پر وحی لاتے تھے۔ اور آپؐ پر ظاہر ہوتے تھے اور خضر و انبیاء وغیرہم جسد مثالی لیکر اسی عالم میں ظاہر ہوتے ہیں، امیر المؤمنین عمرؓ کا مدینہ منوّرہ میں خطبہ پڑھتے ہوئے، افواج شام میں حضرت ساریہؓ پر ظاہر ہو کر یاساریۃ الجبل کہنا اور حضرت ساریہؓ کے ہمراہی صحابہؓ کا ایک پہاڑی کی طرف سے ایک مرد کی آواز سُننا، اسی عالم کا ایک نمونہ ہے۔۔۔۔ اسی عالم میں اعمال صُورِ مثالیہ لیتے ہیں، آنحضرت صلعم خدا کے مقبول بندوں کو اس عالم میں نظر آتے ہیں، یہ بات نہیں کہ آپؐ کا جسد مطہر، جو مدینہ منوّرہ میں مدفون ہے، وہ قبر میں سے نکل کر اور اس میں پھر روح داخل ہو کر آپؐ اولیاء اللہ کو اپنے دیدار سے مشرف فرماتے ہوں" پس یہ واقعہ بھی اسی عالم کا تھا، یعنی آپ کو بیداری ہی میں، جسم کے ساتھ یہ سیر کرائی گئی تھی، مگر عالم مثال میں، کہ وہ جسم، عنصری جسم نہ تھا، بلکہ اس سے نہایت ہی زیادہ الطف اور ایک نورانی و روحانی جسم تھا ؎

اور اس قسم کی سیر کے نمونے بعض اولیاء سے بھی ظاہر ہوئے ہیں۔ چنانچہ جناب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم کے مرشد جناب مولنا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی ثم المکی کی ۲۹ ویں کرامت یہ لکھی ہے کہ

"اِدھر تو یہ قِصّہ پیش آیا، اُدھر اگلے روز مخدوم جہاں، اپنے خادم سے بولے، ذرا میری کمر دباؤ، نہایت درد کرتی ہے، خادم نے کمر دباتے دباتے پیراہن مبارک جو اُٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے، پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے کمر کیونکر چھلی، فرمایا کچھ نہیں، پھر پوچھا، آپ خاموش رہے، تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا، حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے۔ اور آپ تو کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے، فرمایا ایک آگنبوٹ ڈوبا جاتا تھا، اس میں ایک تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا، اس کی گریہ و زاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگنبوٹ کمر کا سہارا دیکر، اوپر کو اُٹھایا، جب آگے چلا اور بندگانِ خدا کو نجات ملی۔ اس سے

؎ یہ وہم نہ گذرے۔ کہ پھر آپؐ کے اور دیگر اولیاء کے اسرا میں فرق کیا ہوا؟ کیونکہ اِس سے اتحاد فی الاسراء مقصود نہیں بلکہ محض ایک مثال دیکر (بطور نمونہ) سمجھانا مطلوب ہے اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسا خدا نے فرمایا انا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوح ... الخ حالانکہ دوسرے انبیاءؑ کی وحی اور آپؐ کی وحی میں بلحاظ شان و مرتبہ اور اہمیت و عظمت کے زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ وحی کی حقیقت سمجھانے کیلئے تو بطور مثال کے اولیاء کے الہام بلکہ عام خوابوں کا ذکر بھی کیا جا سکتا ہے، یہی وہ بات تھی، کہ جو حضرت اقدسؑ نے معراج نبویؐ کا ذکر کرکے فرمایا کہ اس میں میں بھی صاحب تجربہ ہوں، جسے ناسمجھ مخالف کہیں کا کہیں لے گئے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چھِل گئی ہوگی اور اسی وجہ سے درد ہے" کرامات امدادیہ صفحہ ۲۱ +

ایسا ہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم اپنے رسالے "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" میں ۱۷ویں حدیث یہ لکھتے ہیں کہ :- "مجھ سے بیان کیا جناب والد نے کہ ہمیں خبر دی سید عبداللہ قاری نے کہ میں نے حفظ کیا قرآن شریف قاری زاہد سے کہ وہ بیابان میں رہتے تھے، اس اثنا میں کہ ہم دَور کر رہے تھے قرآن شریف کی، کہ ایک قوم آئی عرب کی، کہ ان کا سردار، ان کے آگے تھا، قاری صاحب کی قراءت سُنی اور اس سردار نے فرمایا، بارک اللہ تعالیٰ، قرآن شریف کا تم نے حق ادا کیا، پھر وہ تشریف لے گئے اور ایک اور شخص اسی صورت میں آیا اور کہا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کل شب کو فرمایا تھا ان لوگوں سے کہ تشریف لے جائینگے، فلانے بیابان میں، قاری کی قراءت سُننے کو، تو ہم نے جانا، کہ جو سردار، قوم کے آگے آگے تشریف لائے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کہا میں نے بے شک دیکھا ہے ان کو اپنی اِن دونوں آنکھوں سے" وَقَدْ رَأَیْتُہٗ بِعَیْنَیَّ هَاتَیْنِ صفحہ ۶ +

اور اسی قسم کے واقعات "حیاتِ ولی" صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۸۷ و ۱۸۸ پر حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب مرحوم دہلوی اور شیخ ابو الرضاء محمد صاحب کے مندرج ہیں. پس آنحضرت صلعم بھی جسم ہی کے ساتھ سیر ملکوت کر رہے تھے. مگر وہ جسم یہ خاکی، مادی اور عنصری نہ تھا +

اور یہ جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم الشان کشف کو "معمولی واقعہ" لکھ کر یاد کیا ہے تو اس سے آپ کی ایمانی حالت منکشف ہو رہی ہے. کیا آپ کو حضرت ابن عباسؓ کا قول یاد نہیں، کہ نبیوں کا خواب بھی وحی ہوتا ہے رُؤْیَا الْاَنْبِیَاءِ وَحْیٌ (ترمذی مناقب عمرؓ)

چہ جائیکہ سید الکونین صلعم کے ایک نہایت ہی اعلیٰ درجے کے مکاشفے کو "معمولی"، "معمولی" کہا جائے، کیا آپ کے خیال میں قرآن مجید جیسی اہم اور ذی شان و ذی قدر کتاب میں معمولی واقعات بھی درج ہیں، کیونکہ اس میں کئی خوابوں اور رؤیا کا ذکر موجود ہے. کیا حضرت یوسف اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کی جو رؤیا قرآن عزیز میں مندرج ہیں وہ اپنی تعبیر اور انجام کے لحاظ سے کوئی "معمولی" تھیں یا آنحضرت صلعم کی وہ رؤیا جس کا ذکر لقد صدق اللہ الرؤیا لتدخلن المسجد الحرام ... الخ میں ہے، معمولی تھی +

صاحبِ من! ہر ایک بات اپنے مفہوم اور انجام ہی کے لحاظ سے چھوٹی و بڑی اور معمولی و غیر معمولی ہوا کرتی ہے. پس حضرت یوسف علیہ السلام کی رؤیا اپنی تاویل اور حقیقت کے لحاظ سے اور حضرت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ابراہیم علیہ السلام کی رؤیا اپنی تعبیر اور مراد کے لحاظ سے ایک عظیم الشان چیز تھی +

مگر ہمارے سید و آقا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ لیلۃ المعراج میں عطا کیا گیا اور جو کچھ تصویری زبان میں آپؐ کو سمجھایا گیا وہ فی الحقیقت دوسرے تمام انبیاءؑ کے معراج و مراتب کے مقابلے میں، ایک غیر معمولی چیز اور "امر عظیم"، ہی تھا، پس اس واقعہ کی عظمت اس لحاظ سے ہے، کہ اس میں آپؐ کو تمام انبیاءؑ سے بلند تر مقام پر پہنچایا گیا تھا اور یقین سے جانیں، کہ یہ کوئی محض خواب و تخیل نہ تھا، بلکہ ایک حقیقت اور واقعیت تھی اور آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہوا ایک سچا نظارہ تھا و سیأتی بیانہ مفصلاً بے شک، ان غیر متناہی مدارج اور انعامات الٰہیہ کا آپؐ کو وارث بنایا جانا، کہ جن کی طرف، اس کشفی و منامی واقعہ میں اشارہ تھا، اپنے اندر ایک معجزانہ رنگ اور نادرانہ پہلو رکھتا ہے اور فی الواقع آپؐ ہی کی ذات ستودہ صفات کے ساتھ وہ بے نظیر روحانی ترقیات کہ جو اس نورانی و روحانی کشف کا مقصد حقیقی تھیں مخصوص ہیں، مگر کیا میں آپ سے یہ دریافت کرسکتا ہوں کہ "قرآن عزیز"، کی کس آیت یا کونسی حدیث صحیح میں اس واقعہ کو معجزہ یا خصیصۂ آنحضرت صلعم بیان کیا گیا ہے؟ اور اگر معراج شب کو بالجسد بیداری ہی میں ہوئی ہو، تو بھی اسے معجزہ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ معجزے کے لئے تحدّی اور اس کا وقوع سب کے سامنے یا کم از کم منکرین کے سامنے ہونا ضروری ہے، بھلا ایک ایسا واقعہ، جو رات کو چپکے چپکے ہوگیا، صبح اٹھ کر اسے معجزہ کے طور پر پیش کرنا کس طرح مفید ہوسکتا ہے +

ہاں انبیاءؑ کے خواب بھی چونکہ وحی ہوتے ہیں[1] اور وحی کا ہر ٹکڑہ اٰیۃ من اٰیات اللہ ہوتا ہے۔ اس لئے معراج کو اگر معجزہ کہدیا جائے تو بجا ہے +

اور جیسا کہ میں بتا چکا ہوں بمعراج النبی صلعم کو "امر عظیم"، ماننے کے لئے اس کا بجسدہ العنصری ہونا ضروری نہیں، بلکہ روحانی اور کشفی ہونے کی صورت میں بھی یہ ایک "امر عظیم"، ہی ہے۔ لیکن تسبیح کے تلفظ کے لئے مندرجہ ذیل آیات پر بھی غور کریں اور دیکھیں کہ کن "امور عظیمہ"، کے لئے استعمال ہوا ہے :-

پ۱۵ ع ۱۲۔ پ۳۰ ع ۱۰۔ پ۲۱ ع ۵۔ پ۲۳ ع ۲۔ پ۲۵ ع ۷۔ پ۲۹ ع ۳ وغیرہ۔

اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم جب بھی کسی بلندی سے نشیب کی طرف آتے تو سبحان اللہ سبحان اللہ فرمایا کرتے وغیرہ۔ علاوہ ازیں کفار کے مطالبہ "او ترقیٰ فی السماء"، کے جواب میں

---

[1] بخاری میں ہے اول ما بدئ بہ رسول اللہ صلعم من الوحی الرؤیا الصالحۃ فی النوم۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ کہکر کسی بشر کا آسمان پر لے جانا خدا کی اسی صفت یعنی سبحان ہی کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ پس اِس سے آپ کا استدلال کرنا سخت غلطی ہے +

اور آپکا یہ فرمانا، کہ "عبد نام فقط روح کا نہیں، بلکہ جسد مع الروح کا ہے" اوّل تو قرآن و حدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں دیا، کہ مجرد روح پر "عبد" کا لفظ اطلاق نہیں پا سکتا۔ دوئم۔ ہم آپ کی یہ بات بھی تسلیم کر لیتے ہیں، مگر قرآن و حدیث یا محاورات و استعمالاتِ لسانِ عرب سے اس امر کا ثبوت دیجئے، کہ روح مع الجسد العنصری ہی کا نام "عبد" ہے اور جب اِس جسمِ خاکی سے روح علیحدہ ہو جائے (عارضی طور پر جیسے نیند میں یا دائمی طور پر جیسے عند الموت) تو اس وقت اس پر "عبد" کا اطلاق نہیں ہو سکتا، یا یہ کہ جس وقت یہ روح عالم مثال کی سیر کرتا ہے، اس وقت بھی اسکو "عبد" کے نام سے یاد نہیں کیا جاتا، اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ روح اور جسم خاکی ہی کے مجموعہ کو "عبد" کہا جاتا ہے، مجرد روح یا روح اور جسم منامی، مثالی، اور برزخی وغیرہ کے مجموعہ کو "عبد" نہیں کہہ سکتے تو جب آپ کا استدلال لفظِ "عبد" سے معراج مع الجسد العنصری پر صحیح ہو سکتا ہے ددونہ خرط القتاد؟

اور اصل بات تو یہ ہے کہ "جسمِ انسانی تو ہر لحظہ اور ہر آن فنا ہو رہا ہے، بندۂ ازل اور عبد مطلق تو یہی جان بے جسم اور روح بے جسد ہے" قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں صاف طور پر، نفس اور روح ہی کو بندہ اور عبد کہا گیا ہے:۔ ارجعی اِلی ربّك راضیة مرضیة فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ، اسی طرح سورۃ مریم رکوع ۶ میں ہے ان کل من فی السّمٰوات والارض الا اٰتی الرحمٰن عبدا، (ای اٰتیه یوم القیامة عبدًا ذلیلاً تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۲۱۲)

کہ تمام ملائکہ اور سب جن و انس بروز قیامت جب خدا کے حضور حاضر ہونگے تو "عبد" ہی ہونگے، حالانکہ وہاں جسد عنصری ساتھ نہ ہو گا۔ اور سورۃ مائدہ ع ۱۶ میں ہے کہ قیامت کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام اپنی اُمّت کے متعلق خدا کے حضور عرض کرینگے ان تعذبھم فانھم عبادك، کہ اے خدا اگر تُو ان کو آج عذاب دیگا تو یہ تیرے ہی "بندے" ہیں۔ تو کیا وہ اس دن "خاکی جسد" رکھتے ہونگے؟ کہ انہیں "عِباد" کہا گیا؟ اور ایک اور مقام پر ملائکہ کو بھی "عبد" کہا گیا ہے تو کیا، ان کے جسم بھی خاکی اور مادی ہیں؟ چنانچہ فرمایا لن یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ ان یکون عبدًا لِلّٰه ولا الملائکة المقربون (سورۃ نساء ع ۲۳) اور سورۃ فرقان ع ۲ میں ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کو معبودان باطلہ سے پوچھیگا ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰٓؤُلَآءِ کہ کیا میرے ان بندوں کو (جو تمھیں معبود مانتے تھے) تم نے گمراہ کیا ہے؟ کیا وہ اسوقت وہاں اپنے خاکی جسموں کے ساتھ ہونگے؟ کہ انہیں "عباد" کہا +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور ایک حدیث میں بھی "عبد"، کا لفظ روح مع الجسد العنصری پر نہیں بلکہ "فقط روح" (یا روح اور جسم نورانی) پر بولا گیا ہے (وھو ھذا)۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ جب کسی مومن بندے کی روح نکال کر فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، تو اگلے فرشتے پوچھتے ہیں یہ پاک روح کونسی ہے؟ (فیقولون فلان بن، فلان) وہ کہتے ہیں یہ فلان بیٹا فلاں کا ہے (دیکھئے وہ "فلاں کی روح نہیں کہتے، بلکہ اس بندے کا وہی نام بتلاتے ہیں جس کے ساتھ وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا) آخر کار جب وہ ساتویں آسمان پر پہنچتی ہے (فیقول اللہ عز وجل اکتبوا کتاب عَبْدِی فی علیین واعیدوہ الی الارض) "تب خدا تعالیٰ فرماتا ہے، کہ میرے اس "بندے"، کے اعمال نامے میں یہ لکھدو، کہ اس کی جگہ علیین میں ہے اور میرے اِس "بندے" کو واپس زمین کی طرف لے جاؤ"، الخ (مشکوٰۃ ص۱۴۲)

اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز مومن بندوں کے اعمال، ان کو، پلصراط پر بھگا رہے ہونگے اور آنحضرت صلعم کھڑے یا رب سلِّم سلِّم، پکار رہے ہونگے حتیّٰ تعجز اعمال العباد یہاں تک کہ ان بندوں کے عمل عاجز آجائینگے... الخ (مشکوٰۃ ص۴۹۵) اب فرمائیے! کیا پل صراط پر ارواح مع الاجساد العنصریہ دوڑینگے؟

اسی طرح ایک قدسی حدیث میں ہے قال اللہ تعالیٰ اعددتُ لعبادی الصالحین مالا عین رأت... الخ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص۴۹۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی جنّت تیار کر رکھی ہے، جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھی.... الخ (مگر مولوی صاحب! شب معراج آنحضرت صلعم کی آنکھ تو دیکھ آئی تھی اور حضرت بلال رض بھی تو جنّت میں پھر رہے تھے!) اللہ تعالیٰ نے وعدہ تو "عباد"، یعنی ارواح مع الاجساد العنصریۃ ہی سے کیا ہے۔ تو کیا یہ خاکی اور مادی جسم بھی جنّت میں جائیں گے؟

اور یہ بھی فرمائیے! کہ کیا سبحان الذی اسری بعید لا فی المنام کذا وکذا بولنا استعمال ومحاورۂ عرب کے خلاف ہے یا مطابق مدلّل ومبرہن طور پر جواب دیں۔

(۳) نیز کلام عرب سے کوئی مثال پیش کریں، کہ منامی واقعہ پر فَعَلَ بِرُوحِہ کذا وکذا بولتے ہیں

(۴) رؤیا دیکھنے والا ہمیشہ متکلّم ہی کا صیغہ بولتا ہے، قرآن مجید ہی میں ہے یا ابت انی رأیتُ احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتھم لی ساجدین اور انی ارانی اعصِرُ خمرا وقال الآخر انی ارانی... الخ اب یہاں، یہ بحث کرنا، کہ "انی" سے مراد چونکہ حضرت یوسف ع یا زید وبکر قیدی ہیں اور یہ نام ہیں مجموعہ روح وجسد کے اس لئے ضرور ہے کہ یہ ان کا دیکھنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیداری میں روح مع الجسد کے ساتھ تھا یا یہ کہ خواب میں جو فعل ہوا وہ جسمانی ہی فعل تھا۔ ایک لغو اور عبث امر ہے۔ خود آنحضرت صلعم نے اپنے خواب بیان کیئے ہیں، اور صحابہؓ نے بھی، وہ ہمیشہ متکلم کا صیغہ مثلاً رأیتُ وغیرہ ہی استعمال کرتے رہے ہیں۔ تو کیا اس سے ان بیان کردہ واقعات کے جسمانی ہونے پر استدلال ہوسکتا ہے۔ پھر جن اشخاص یا اشیاء کو خواب میں دیکھا، ان کا ذکر بھی کیا، تو کیا وہ فی الواقع بجسدہا تھیں، پس لفظ "عبد" سے یہ استدلال کرنا کہ معراج جسد عنصری ہی کے ساتھ ہوئی تھی۔ نہایت ہی جہالت اور نادانی کا کام ہے۔ اور اس کو خدا تعالیٰ کا فتنہ یعنی آزمائش فرمانا بھی اس کے جسمانی اور "عجیب" ہونے پر دال نہیں ہے، کیونکہ خود قرآن مجید نے ایسے امور کو بھی فتنہ اور آزمائش فرمایا ہے، جن میں بظاہر کوئی ندرت اور عجوبہ پن نہیں ہے ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل مقامات :-

پ۱ ع ۱۲ - پ۵ ع ۹ - پ۶ ع ۱۴ - پ۱۰ ع ۱۳ - پ۱۱ ع ۱۴ - پ۱۴ ع ۷ و ۹ و ۱۴ - پ۱۸ ع ۱۵ و ۱۶ -
پ۲۴ ع ۲ - پ۲۷ ع ۹ - پ۲۸ ع ۷ و ۱۶ - پ۲۹ ع ۱۵ وغیرہ ؀

اور اس واقعہ کے فتنہ ہونے سے مراد یہ بھی ہوسکتی ہے، کہ کافروں ہی میں بعض لوگ ہونگے، جو اس سے پہلے آپؐ کے سخت مخالف نہ ہوں اور نہ آپؐ کو کاذب اور مفتری سمجھتے ہوں، بلکہ ایک حد تک آپؐ کے ساتھ ان کو حسن ظن ہو لیکن واقعۂ معراج کے بعد سے انہوں نے آپؐ کے ساتھ اس نیکی اور حسن ظن کے خیال کو اٹھا دیا اور ترک کر دیا ہو اور سمجھا ہو، کہ ایسا پاکیزہ اور اعلیٰ کشف یا خواب، بھلا یہ کہاں دیکھ سکتا ہے اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا بلند مقام اسے کب حاصل ہوسکتا ہے، ضرور اس میں دھوکہ ہے وغیرہ، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے اسے فتنۃً للناس کہا ہے فتنۃً للمؤمنین نہیں کہا، بلکہ اس میں بھی یہ مذکور نہیں کہ وہ آزمائش میں پورے نہیں اترے تھے فافہم ؀

اور لفظِ اسراء سے استدلال کرنا، آپ ہی کی ہمت ہے۔ مولوی صاحب! یہ ثابت تو کیا ہوتا کہ خواب میں سیر کرانے پر "اسراء" کا استعمال ناجائز ہے، اور کہ اس کے لئے فلاں لفظ مستعمل ہوتا ہے سچ ہے الغریق یتشبّثُ بالحشیش ؀

اہل عقل و فہم ناظرین دیکھ چکے ہیں، کہ مولوی صاحب "قرآن عزیز" کی کسی نص سے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش نہیں کر سکے، محض تخیّلاتِ باطلہ و توہماتِ کاسدہ اور قیاساتِ فاسدہ ہی پر بنا تھی جو "ھباءً منثورا" ہو چکے، اب "احادیثِ صحیحہ و جیدہ" بھی سن لیں ؀

آپ نے صفحہ ۹ سے ۳۲ صفحہ تک "تفصیل واقعہ اسراء" کو بیان کیا ہے، اس "تفصیل" کا ماخذ ابن جریر، ابن مردویہ اور خصائص کبریٰ وغیرہ کتب ہیں، جن کے متعلق محققین کی رائے یہ ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"ان احادیث کا قرون سابقہ میں کچھ نام ونشان نہ تھا، پھر متأخرین نے ان کو روایت کیا، ان احادیث کا حال دو طرح پر ہے یا یہ کہ متقدمین نے ان کی کچھ اصل نہ پائی، بے اصل جان کر چھوڑ دیا، یا کچھ اصل پائی، لیکن کسی جرح وقدح کے سبب ضعیف جان کر ترک کیا، بہرحال یہ احادیث اِس قابل نہیں، کہ ان سے کوئی عقیدہ یا کوئی حکم شرعی ثابت کیا جائے اور ان کو تمسک قرار دیا جائے (اسی "طبقہ رابعہ" میں حسب ذیل کتب بھی ہیں) تصانیف ابن مردویہ، تفسیر ابن جریر، تصانیف ابن عساکر، تصانیف ابن نعیم، تصانیف جلال الدین سیوطی" وغیرہ دیکھو عقائد الاسلام ص۱۰۱ مصنفہ مولوی عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی ورسالہ عجالہ نافعہ مصنفہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ؂

نیز مولوی صاحب نے، جو روایات اس "تفصیل" کے متعلق درج فرمائی ہیں ان کی اسناد کا قطعاً ذکر تک نہیں فرمایا، بلکہ بعض کا تو حوالہ دینے کی بھی تکلیف گوارا نہیں فرمائی اور بغیر اصل الفاظ نقل کئے صرف اُردو ترجمہ ہی لکھ دینے پر کفایت کی ہے +

لیکن ناظرین تعجب نہ کریں، کہ "جناب مستطاب مولنا" صاحب نے ایسا بے وجہ اور بے سبب نہیں کیا، بلکہ ایک خاص مقصد مدِ نظر ہے، چونکہ مولوی صاحب ماشاءاللہ، صاحبِ نظر ہیں اور "دار العلوم" کے تعلیم یافتہ ہیں، اس لئے انہیں صاف طور پر "دال میں کالا کالا" نظر آرہا تھا، اس لئے صرف مغالطہ دہی کے لئے محذوف الاسناد روایات کا ترجمہ لکھ دیا، مگر ساری دنیا اندھی نہیں، حقیقت شناسان کی اس چال سے خوب آگاہ ہیں ؂

جب ہم ان روایات کے نفسِ مضمون پر غور کرتے ہیں، تو وہ بھی اصل اور صحیح روایات کے صریح خلاف ہے مثلاً اِس میں حضرت ام ہانی کے مکان سے (جو شعب ابی طالب میں تھا، روح المعانی جلد ۴ ص۴۸۵) معراج کی ابتدا بیان کی گئی ہے، حالانکہ صحیحین میں بروایت حضرت انسؓ وحضرت مالکؓ صاف مذکور ہے کہ آپؐ مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں سو رہے تھے، کہ آپؐ کو معراج ہوئی، بھلا صحیحین کے مقابلے میں، کسی اور روائیت کا کیا رتبہ اور اعتبار ہوسکتا ہے، علاوہ ازیں یہ روایت مشہور کلبی کذاب کی ہے اور اس میں اور بھی لغو (غریب ومنکر) باتیں مذکور رہیں (ابن جریر جلد ۱۵ ص۳) مثلاً حضرت ام ہانی کا یہ کہنا، کہ صلی الصبح وصلینا معہ "آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپؐ کے ساتھ پڑھی" حالانکہ وہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئی تھیں، پس ان کا نماز پڑھنا، چہ معنی دارد؟ قالوا ھذا مشکل من وجوہ لانہا انما اسلمت عام الفتح فکیف یکون صلت معہ العشاء وایضاً ان الصلوٰۃ انما فرضت فی الاسراءِ واول صلوٰۃ صلاھا بعد الفریضۃ الظھرُ ولذا اشار المصنف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تضعیف ھذا (شہاب علی الشفاء جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

پھر براق کی شوخی پر حضرت جبرائیل کا اسکو زجر و توبیخ کرنا اور اس کا پسینہ پسینہ ہو جانا وغیرہ بھی مذکور ہے، جس کا ذکر صحیحین میں قطعاً نہیں، نیز اس کے متعلق حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اسکے بعض الفاظ میں نکارت و غرابت ہے اور ترمذی میں ہے کہ یہ غریب ہے۔ غریب لا نعرفه الا من حديثه (ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۷)

پھر اس میں ہے، کہ سیر آسمانی سے قبل آنحضرت صلعم نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی، لیکن صحیح مسلم کے بیان سے صاف عیاں ہے، کہ یہ واپسی کا واقعہ ہے (مسلم جلد اول صفحہ ۹۶) اور حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کو صحیح لکھا ہے (ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۱۴ و ۱۷۔ و ترجمان القرآن جلد ۱۵ صفحہ ۳۱) بعض اور واقعات مثل جنت و دوزخ کے عجیب و غریب مناظر و مشاہدات اور انبیاءؑ کی تعجب انگیز ملاقاتوں اور گفتگوؤں کو بھی درج کیا ہے (کلمۃ اللہ صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۱) مگر اہل علم جانتے ہیں کہ اس قسم کی روایات کے ناقل اور راوی ابو ہارون العبدی، ابو جعفر رازی اور خالد بن یزید وغیرہ ایسے غیر محتاط قصہ خواں کذاب اور دروغ گو ہیں، نیز ان میں بہت سی لغو و منکر باتیں مذکور ہیں جن کو محدثین تسلیم نہیں کرتے وھذا غیر خفیٍ علیٰ من له ادنیٰ نظر فی علم الحدیث۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں ان بے اصل قصوں کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ علاوہ ازیں یہ مناظر و مشاہدات معراج کے سوا ایک اور موقعہ پر آپؐ کو دکھائے گئے تھے (بخاری باب الرؤیا) سرے سے یہ معراج کے مشاہدات ہی نہیں۔

نیز مولوی صاحب نے بذریعہ زمرد و زبرجد کی سیڑھی کے آپؐ کو آسمان پر چڑھایا جانا لکھا ہے مگر صحیح روایات میں اس بے مثل سیڑھی کا ذکر نہیں ہے، بلکہ صاف لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے تھے (کلمۃ اللہ صفحہ ۳۲) سچ ہے دروغ گو را حافظہ نباشد۔ اسی طرح بعض اور لغو روایات بھی، مختلف کتب کی، کہ جن کا مرتبہ کتب روایات میں بلند نہیں ہے، لکھی ہیں (مثل ابو یعلیٰ طبرانی، ابن شیبہ، بیہقی، حاکم وغیرہ (جو "طبقہ ثالثہ" میں سے ہیں، جن کی نسبت لکھا ہے، کہ "انہوں نے اپنی تصانیف میں التزام صحت کا نہیں کیا" وغیرہ عقائد الاسلام صفحہ ۱۰۳ و عجالہ نافعہ) مثلاً یہ کہ حضرت ام ہانی کا آپؐ کا دامن کو پکڑ کر کھینچنا اور اصرار کرنا، کہ آپؐ باہر جا کر لوگوں سے اس واقعہ کو بیان نہ کریں، کیونکہ اہل مکہ ضرور استہزا اور تکذیب کرینگے، یا یہ کہ شب معراج میں آپؐ کو آپؐ کے اعزہ کا نہ پانا اور مختلف جوانب میں تلاش کے لئے جانا اور کہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کا اپنی تصدیق کے لئے آپؐ کا پیش کرنا اور اس کا آکر تصدیق کرنا وغیرہ، لیکن یہ تمام قصے سراپا لغو اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

باطل ہیں اور روایۃً و درایۃً اور بلحاظ صحیحین کے خلاف ہونے کے قطعاً مردود اور متروک ہیں۔

انہی لغو قصوں کا ایک جزو یہ بھی ہے، کہ جب آنحضرت صلعم نے لوگوں سے واقعۂ معراج بیان کیا تو "بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے"، (کلمۃ اللہ صفحہ ۲۴ و ۲۵) اس کے رواۃ بھی وہی اصحاب ثلاثہ ہیں، جنکے اوصاف گرامی اوپر گذر رہے ہیں۔ لیکن اس واقعہ کی تغلیط و تکذیب کے لئے سب سے پُر زور دلیل ہمارے پاس یہ ہے، کہ اس وقت تک مکہ میں جو اصحاب اسلام لائے تھے، وہ گنے چُنے لوگ تھے، جو ہم کو نام بنام

سلہ معراج کا مکہ میں ہونا تو مسلّم ہے (والاسراء کان قبل الھجرۃ بلا خلاف فتح الباری جلد اول صفحہ ۳۱۳) مگر تعیین زمانہ میں اختلاف ہے۔ کہ کب ہُوا۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ گیارھویں یا بارھویں سال بعثت کا واقعہ ہے مگر حق بات یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہ ابتدائے بعثت یعنی پانچویں سال کا واقعہ ہے وقال الزھری کان بعد مبعثہ صلعم بخمس سنین یعنی امام زہری کا یہی مذہب تھا اور شیخ محی الدین نووی اسی قول کو "اشبہ الاقوال" قرار دیتے ہیں (تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۱۰۹ و نووی شرح مسلم مطبوعہ ہند صفحہ ۹۱ "والفقیہ کا معراج نمبر" سنہ ۱۳۴۴ صفحہ ۳۰ و عینی شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۵۰۰ و معراج النبی صفحہ ۱۱ و مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر مع زرقانی) اور اس پر سب سے زبردست قرینہ یہ ہے۔ کہ سورۃ بنی اسرائیل چوتھے یا پانچویں سال بعثت کی نازل شدہ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ اِنَّھُنَّ مِنَ العتاق الاُوَلِ وھن من تِلادی۔ کہ سورۃ بنی اسرائیل۔ کہف۔ مریم۔ وہ سورتیں ہیں۔ جو ابتدا میں مکہ میں نازل ہوئیں۔ (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۲۷۰ و بخاری کتاب التفسیر) اور اس سورۃ میں معراج کا ذکر آیا ہے۔ کہ یہ اس کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور اس سے بھی بڑھکر یہ شہادت موجود ہے۔ کہ سورۃ النجم کی چند آیات کو بھی معراج سے متعلق مانا گیا ہے (کلمۃ اللہ صفحہ ۱۰) جو بالاتفاق ابتدائی زمانہ یعنی پانچویں سال بعثت کی نازل شدہ ہے۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ بات ہے۔ کہ حبش کی ہجرت اولیٰ ہو چکی تھی جب یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اور ہجرتِ حبشہ کا زمانہ یقیناً بعثت کا پانچواں سال ہے (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۲۹)۔ نیز ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلی سورۃ جو آنحضرت صلعم نے کفار کے سامنے علی الاعلان پڑھی وہ یہی سورۃ ہے۔ پس اس کے نزول سے بہرصورت قبل ہی کا واقعہ ہو سکتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک تو بعثت سے ڈیڑھ برس بعد معراج ہوئی ہے (مواہب اللدنیہ) اور اسکو مولوی انوار اللہ "درایۃً و روایۃً" قابل وثوق قرار دیتے ہیں (افادہ حصہ دوم صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶) اور عند البعض صرف ۱۵ ماہ بعد بعثت (خازن جلد ۴ صفحہ ۱۰۹) اور ظاہر ہے کہ اس وقت تک نہایت ہی قلیل تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ جن میں سے "بہت سے" مسلمانوں کا مرتد ہو جانا صریح خلاف عقل بات ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوسفیان والی حدیث بھی اسکی تردید کرتی ہے، جہاں قیصر کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا کوئی مسلمان مرتد ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ جواب دیا کہ دین سے ناراض ہو کر کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ اس وقت مسلمان بھی نہ تھے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معلوم ہیں، ان میں سے کسی کی پیشانی پر ارتداد کا داغ نہیں، بھلا ان معدودے چند مسلمانوں میں سے جو واقعہ معراج سے قبل ایمان لائے تھے۔ "بہت سے مسلمانوں" کا مرتد ہوجانا چہ معنی دارد؟

کیا مولوی صاحب! ان "بہت سے (مرتد) مسلمانوں"، کی فہرست بنا سکتے ہیں؟ نامعلوم ایسی فضول اور لغو باتوں کے لکھنے سے مولوی صاحب کا منشا کیا تھا واللہ اعلم بالصواب +

پس تمام وہ روایات جن میں اس قسم کی لغو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ کیا بلحاظ صحیحین بلکہ صحاح کے خلاف ہونیکے، کیا بلحاظ اپنے رُواۃ کے اور کیا بلحاظ نوعیتِ واقعہ کے قطعاً قابلِ قبول نہیں۔ ہاں اگر مولوی صاحب ان کو صحیح اور قابلِ حُجّت بنا دیں۔ تو امر دیگر ہے +

ناظرین! کیا یہ تعجّب اور حیرت کا مقام نہیں کہ واقعہ معراج تمامہا خود صحیحین میں مستقلاً ومفصلاً موجود و مذکور ہو مگر مولوی صاحب غیر محتاط اور ادنیٰ درجے کی کتب میں سے کہ جو عند المحققین نا قابلِ حجت وسند ہیں۔ اور قطعاً ان پر اعتماد نہیں۔ (حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں "صرف صحاح ستہ پر محدثین کا اعتماد ہے") اس واقعہ کو جعلی اور منکر قصّوں سے مزیّن کریں۔ اور ولا تلبسوا الحقّ بالباطل کا صریح خلاف کریں۔ ففیہ ما فیہ فلیتدبر المتدبّرون +

چونکہ معراج سے متعلق احادیث میں بعض ضعیف غلط اور درجۂ صحت سے گری ہوئی روایات بھی ہیں (حافظ ابن کثیر کی رائے بھی ان کے متعلق یہی ہے ملاحظہ ہو ابن کثیر جلد ۶ ص ۳۹ و ۴۲) اس لئے اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے دیانتداری کا تقاضا تھا کہ مولوی صاحب صرف صحیح اور مرفوع احادیث سے استدلال کرتے، ہاں بطور تائید مزید، اگر دوسری روایتوں کا ذکر بھی کرتے تو چنداں حرج نہ تھا، لیکن افسوس کہ ان کا سہارا صرف وہی رطب ویابس اور بے اصل بیانات ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ان کی بیان کردہ روایات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی یہ امر بخوبی ظاہر ہو جائیگا +

قولہٗ۔ نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم حضرت ام ہانی کے مکان میں خواب استراحت فرما رہے تھے کہ یکایک چھت پھٹی اور ایک فرشتہ اُترا اور آپکو جگایا اور مسجد الحرام میں آپ کو لے آیا۔ بعد ازیں جبرئیلؑ اور میکائیلؑ نے آکر آپکو جگایا اور آپکو بیر زمزم پر لیگئے..... الخ (ص ۹)

(پہلے ایک فرشتہ آپؐ کو جگا کر مسجد میں لے گیا،" بعد ازاں جبرائیل و میکائیل نے آکر آپؐ کو جگایا" اس کا کیا مطلب؟ ناقل)

اقول۔ ان کی یہ صریح دھوکا دہی اور مکّاری ہے۔ کہ بغیر حوالے اور سند کے یہ بات نقل کر دی ہے۔ ورنہ اس حدیث کا پتہ دیں کہ جس میں مذکورہ بالا روایت درج ہے۔ اور اس راوی کا نام لیں جس نے یہ روایت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیان کی ہے تا آپ کے تقویٰ اور دیانت کا اندازہ ہو سکے۔ اگر کتب صحاح میں سے کسی صحیح مرفوع متصل حدیث سے آنحضرت صلعم کا ابتدائے معراج یا بیچ اور آخر میں بیدار ہونا یا بیدار کیا جانا ثابت کر دیں تو مبلغ یکصد انعام حاصل کریں ۔

قولہ ۔ مسند احمد میں بروایت انس یہ ہے کہ آنحضرت کا ایسی قوم پر گذر ہوا۔ کہ جنکے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے سینوں اور چہروں کو ان ناخنوں سے چھیلتے تھے ... الخ (ص۲۱)

اقول ۔ اوّل تو مسند احمد کے متعلق حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کی رائے ملاحظہ ہو:۔ "در مسند امام احمد ضعیف حدیثیں بہت ہیں" (عجالہ نافعہ ص۹) دوسرے یہ روایت عبد الرحمٰن بن جبیر کے طریق سے مروی ہے جس کی حدیث بعض ناپسند کرتے ہیں۔ بعضھم یستنکر من حدیثہ (میزان) تیسرے۔ اس کو معراج کے جسمانی ہونے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس میں اشارہ نکلتا ہے کہ یہ جسمانی واقعہ نہ تھا۔ کیونکہ آنحضرت کا ایسی قوم کو دیکھنا کہ جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے سینوں اور چہروں کو ان ناخنوں سے چھیلتے تھے۔ جسمانی اور مادی مشاہدات و مناظر میں سے نہیں ہو سکتا۔ فافھم ۔

قولہ ۔ نیز آنحضرت کا ایسے آدمیوں پر گذر ہوا کہ جن کے ہونٹ آتشی مقراضوں سے کاٹے جا رہے تھے لیکن کاٹے جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے تھے بار بار ایسا ہی معاملہ کیا جا رہا تھا.. الخ (ص۲۱)

اقول ۔ (حوالہ نہیں دیا) اوّل تو یہ روایت ابن مردویہ نے تخریج کی ہے (خصائص کبریٰ جلد اوّل ص۱۵۶) جس کے متعلق حضرت شاہ صاحب کی رائے اوپر درج ہو چکی ہے۔ دوئم۔ اس کے تمام طرق غیر محفوظ ہیں۔ چنانچہ یہ روایت قتادہ۔ سلیمان تیمی۔ ثمامہ۔ اور علی بن یزید کے طریق سے مروی ہے۔ قتادہ کے

ف۱ دلائل بیہقی میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا فبینما انا نائم عشاءً فی المسجد الحرام اذ اتانی آتٍ فایقظنی فاستیقظت ۔ الخ (ابن کثیر جلد ۲ ص۱۹) اور ابن جریر میں ہے عن الحسن قال قال رسول اللہ صلعم بینا انا نائم فی الحجر جاءنی جبرئیل فھمزنی برجلہ فجلست ... الخ (ابن جریر جلد ۱۵ ص۳) لیکن قطع نظر اس کے کہ یہ روایتیں کس پایہ کی کتابوں میں درج ہیں، اوّل الذکر روایت کا دوسرا ہی راوی یعنی ابو ہارون العبدی کذاب بلکہ اکذب من فرعون ہے ۔ نیز اس میں بیان کردہ دیگر امور بھی سرتاپا لغو ہیں اور دوسری روایت کا سلسلہ حضرت حسن بصری تابعی سے آگے نہیں بڑھتا، علاوہ ازیں سرور کائنات صلعم کو جبرئیل کا پاؤں سے ٹھوکر مار کر جگانا بھی قابل غور ہے ۔ نیز کیا یہ ممکن نہیں کہ خود یہ مشاہدہ بھی خواب ہی کا ہو ۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

متعلق مدلس ہونے اور رمی بالقدر کا فتویٰ ہے، اور سلیمان بھی تدلیس سے محفوظ نہیں۔ شمامہ کو بھی بعض نے ضعیف کہا ہے اور علی بن یزید کو گو بعض نے ثقہ کہا ہے مگر اکثر کے نزدیک وہ بھی قابل اعتماد نہیں۔ چنانچہ ابن عیینہ۔ اور احمد نے اس کی تضعیف کی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ اس میں شیعیت پائی جاتی تھی اور وہ رافضی تھا وغیرہ اور ابن جریر جلد ۱۵ صـ۶ پر بھی درج ہے جس میں ایک راوی ابو جعفر رازی مشہور کذاب ہے، سوئم۔ اس روایت کو بھی معراج کے جسمانی ہونے سے ایک ذرہ بھر بھی تعلق نہیں۔ بلکہ آنحضرتؐ کا ایسے آدمیوں پر گذر ہونا کہ جن کے ہونٹ آتشی مقراضوں سے کاٹے جا رہے تھے .... الخ اسکے خلاف کی طرف اشارہ کر رہا ہے ✤

قولہٗ۔ نیز آنحضرت نے ایک شخص کو نہر میں تیرتے ہوئے دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ وہ شخص پتھر کھا رہا ہے .... الخ (صـ۱۰)

اقول۔ دکوئی حوالہ نہیں دیا) خصائص کبریٰ میں یہ روایت درج ہے۔ مگر سلسلہ اسناد درج نہیں۔ نیز اس کو بھی معراج کے جسمانی ہونے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف پر دال ہے ✤

قولہٗ۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی سرزمین میں پہنچے کہ جہاں نخل تھے۔ جبرائیل نے مجھ کو براق سے اتارا اور کہا کہ نماز پڑھیئے۔ میں نے نماز پڑھی .... پھر جبرائیلؑ نے بتایا کہ یہ یثرب ہے جہاں آپ ہجرت کرینگے .... الخ (صـ۱۰،۱۱)

اقول۔ اس اُردو عبارت کا حوالہ بھی نہیں دیا۔ نیز اس میں لکھا ہے، کہ آپؐ کو بتایا گیا کہ آپؐ یثرب (مدینہ) میں ہجرت کرینگے۔ اور صحیح بخاری میں صاف ذکر ہے۔ کہ حضورؐ کو اپنی ہجرت کی جگہ خواب میں دکھائی گئی تھی پس اس سے تو صریح طور پر یہ نکلتا ہے کہ یہ تمام مشاہدات جو آپنے درج کیئے ہیں۔ رؤیا و خواب ہی کے مشاہدات ہیں۔ فافہم۔

نیز بتلائیں کہ جب جبرائیل نے آپؐ کو بتا دیا تھا کہ آپؐ یثرب (مدینہ) میں ہجرت کرینگے تو پھر آپؐ کو شک کیوں رہا کہ شاید میری ہجرت کی جگہ یمامہ یا ہجر ہو (بخاری)

سوئم۔ اس میں بیت اللحم وغیرہ میں حضورؐ کا نماز پڑھنا مذکور ہے، لیکن حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ بیت اللحم میں نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے دیکھو ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۲۵۔ اور انہوں نے اس روایت کے متعلق یہ بھی لکھا ہے فیھا غرابۃ و نکارۃ جدًا (جلد ۶ صـ۹)

قولہٗ۔ تفسیر ابن جریر اور خصائص میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے .... الخ (صـ۱۱)

اقول۔ تفسیر ابن جریر اور خصائص قابل اعتماد نہیں۔ کما مرّ سابقاً۔

دوئم۔ اس تمام قصے کا راوی ابو جعفر رازی ہے جو کہ اکثر کے نزدیک ضعیف، سیئی الحفظ، راوی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منکرات اور بے سروپا احادیث کے بیان کرنے میں بے باک ہے۔ (ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۳۶۔ و کتب اسماء الرجال)

سوئم۔ اس روایت کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں فیھا غرابۃ کہ اس میں غرابت ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۳۵ و ترجمان القرآن تفسیر سورۃ اسراء صفحہ ۲۲۶) نیز لکھتے ہیں فی بعض الفاظہ غرابۃ و نکارۃ شدیدۃ (جلد ۶ صفحہ ۳۶)

چہارم۔ اس میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم نے بیت المقدس میں انبیاء کو نماز پڑھائی تھی۔ حالانکہ صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ یہ آسمان سے واپسی کا واقعہ ہے۔ چنانچہ ابن کثیر میں بھی یہی لکھا ہے۔ (دیکھو جلد ۶)

پس یہ روایت صحیح مسلم کے خلاف ہونیکی وجہ سے مردود و متروک ٹھیری۔

پنجم۔ جن نیک و بد لوگوں کو حضورؐ نے دوران اسراء میں دیکھا وہ تو ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ جسمانی واقعہ نہ تھا بلکہ کشفی نظارہ تھا۔

قولہ۔ قیصرِ روم نے جس وقت ابو سفیانؓ کو بلا کر آنحضرت صلعم کے حالات دریافت کیئے تو ابو سفیان نے یہ بھی بیان کیا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی دعوئی ہے کہ میں شب کو ایلیاء آکر لوٹ گیا.... الخ (صـ ۱۳)

اقول۔ اس کو حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے اور اس کی روایات قابل سند نہیں ہیں کیونکہ یہ موضوعات تک کو روایت کر جاتے ہیں۔ (میزان) نیز انکی تصانیف کی نسبت رائے نقل کیجاچکی ہے۔

دوئم اس کا سلسلہ محمدؐ بن کعب قرظی تابعی سے آگے نہیں بڑھتا۔ پس یہ روایت بوجہ مرسل ہونے کے حجت نہیں ہے۔ (ابن کثیر جلد ۱ صـ ۲۲)

سوئم یہ روایت محمدؐ ابن عمر واقدی کے طریق سے مروی ہے جو کہ کذاب اور متروک الحدیث ہے۔

چہارم۔ یہ روایت صحیح بخاری کے خلاف ہے کیونکہ اس میں حضرت ابو سفیانؓ کی تمام وہ گفتگو جو ہرقل سے ہوئی تھی درج ہے مگر اس میں اس باطل قصے کا نام و نشان نہیں پس بخاری کے مقابلے میں اس کا کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔

پنجم۔ اس میں کئی باتیں منکر و غریب مذکور ہیں۔ مثلاً یہ کہ اس بطریق نے صبح جان لیا کہ رات یہاں کوئی نبی آیا تھا۔

قولہ۔ پھر آپ کے لئے ایک سیڑھی زمرد اور زبرجد کی لائی گئی جو زمین سے لیکر سمائے دنیا تک لگا دی گئی۔ اور آپ اسپر آسمان پر تشریف لیگئے۔ اور سیڑھی کے دائیں بائیں طرف بکثرت ملائکہ استقبال اور تعظیم کے لئے ہمراہ تھے.... الخ (صـ ۱۳)

اقول۔ حوالہ نہیں دیا کہ یہ کس حدیث کا ترجمہ ہے۔ علاوہ ازیں خود مولوی صاحب نے اپنے رسالے کے صفحہ ۲۳ پر بحوالہ صحیح بخاری یہ لکھا ہے کہ جبرائیل آپؐ کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے تھے۔ پس یہ روایت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صحیح بخاری کے برخلاف ہونے سے مردود ہوئی -

قولہ پھر آپ سدرہ المنتہیٰ پر پہنچے ...... الخ (صلا)

اقول - اس اُردو عبارت کا بھی حوالہ نہیں دیا - یہ بیہقی کی روایت ہے - جو "طبقہ ثالثہ" میں سے ہے -

دوئم - اس کا دوسرا راوی ابو ہارون العبدی ہے جو کہ مشہور کذاب - مفتری - دروغ گو - اور متروک الحدیث ہے -

پس یہ روایت ساقط الاعتبار ٹھیری :

سوئم - اس میں یہ بھی لکھا ہے - کہ "پھر میں جنت میں داخل ہوا" - حالانکہ قرآن مجید میں صاف لکھا ہے کہ جو جنت میں داخل ہو جائینگے - وہ اس سے نکالے نہیں جائینگے - ماھم منھا بمخرجین - مگر آنحضور پھر وہاں سے نکل بھی آئے - پس یہ روایت قابلِ قبول نہیں :

چہارم - اس میں آنحضرت فرماتے ہیں - کہ میں نے نہر رحمت میں غسل کیا - اللہ تعالیٰ نے میری اگلی پچھلی تمام لغزشیں معاف فرمادیں - غفر لی ما تقدم من ذنبی وما تأخر - حالانکہ صلح حدیبیہ (سنہ ۶ھ) کے موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی - انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر :

پس اگر یہ مقام آپ کو شبِ معراج، مکہ ہی میں حاصل ہو چکا تھا تو پھر کئی سال بعد دوبارہ کیوں فرمایا لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر :

قولہ - آپ کی تشریف آوری کا اہتمام پہلے ہی سے تھا کیونکہ ہر آسمان پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا (ملخصاً) صلا

اقول - اوّل تو اس سے بھی معراج جسمانی پر کوئی دلیل نہیں نکلتی - کیونکہ کشف و خواب میں بھی یہ دیکھا جا سکتا ہے - بلکہ عالم ظاہر میں ایسا ہونا بعید از قیاس ہے - اب تو آسمان کو ٹھوس مادہ بھی نہیں مانا جاتا - پھر اس پر "لکھا" کیسا ؟

ثانیاً - گو آپ نے نہیں لکھا - مگر اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے جو قابل وثوق اور حجت نہیں :

ثالثاً - تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹ میں لکھا ہے استادہ ضعیف کہ اس کی اسناد ضعیف ہے :

رابعاً - اس روایت میں یہ بھی ہے - ابو بکر خلیفی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ بھی ہر آسمان پر میرے پیچھے پیچھے تھا - تو کیا وہ بھی خاکی جسم کے ساتھ وہاں گئے تھے :

مسئلہ رویت باری تعالیٰ

مولوی صاحب لکھتے ہیں "حق یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو شبِ معراج میں رویت بصری ہوئی - اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو معراج کے جسمانی ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا" (کلمۃ اللہ صفحہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن افسوس! کہ باوجود ۹ صفحات سیاہ کرنے کے اس "حق" کے ثبوت میں قرآن یا حدیث سے ایک بھی دلیل نہیں لاسکے ؛

صرف سورۃ النجم کی چند آیات کو معراج سے متعلق سمجھ کر اور یہ خیال کر کے کہ اُن میں "رؤیت بصری" کا ذکر ہے، یہ لکھدیا، کہ "شب معراج میں آنحضرت صلعم کا رؤیت بصری سے مشرف ہونا یقینی ہے" (ص۲۳) حالانکہ اوّل تو قرآن مجید کی کسی نص یا اشارے سے، ان آیات کا معراج ہی سے متعلق ہونا ثابت کیا ہوتا[۱] اور نیز یہ بتایا ہوتا کہ کیوں واقعہ معراج کو ایک ہی دفعہ، ایک ہی مقام میں بیان نہیں کر دیا گیا؟ یعنی یہ کہ بیت المقدس تک کی سیر کا ذکر تو سورۃ بنی اسرائیل میں کیا اور ایک عرصہ کے بعد سورۃ النجم میں معراج کا بقیہ حصہ بیان کیا۔ اس میں حکمت کیا تھی؟

ثانیاً۔ آیت ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ[۲] کی تفسیر میں جو دوسرے مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً یہ کہ آنحضرت صلعم نے اپنے آپ کو یا جبرائیل کو دیکھا (اہلحدیث کا معراج نمبر ص۱۵) انکو اور ان کی دلائل کو نقلی و عقلی دلائل سے رد کیا ہوتا ؛

ثالثاً۔ خدا کو دیکھنا ظاہری آنکھوں سے بحالت بیداری ہی تھا نہ قلبی اور باطنی آنکھوں سے کشفاً، اِس کا ثبوت قرآن وحدیث سے پیش کیا ہوتا۔ تب کہیں آپ کا دعویٰ قابلِ غور ہو سکتا تھا۔ لیکن ان مراحل کے طے کیئے بغیر ہی آپ کی بات کو کیسے مانا جا سکتا ہے ؛

علاوہ ازیں اگر خدا کو دو دفعہ دیکھنے میں سے ایک دفعہ آنکھوں سے دیکھنا بھی تسلیم کر لیا جائے جیسا کہ مولوی صاحب لکھتے ہیں "آنحضرت صلعم نے حق تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ بصر ظاہر سے اور ایک مرتبہ قلب سے" (ص۱۷) تو اِس کی دلیل کیا ہے کہ معراج ہی میں وہ دیکھنا تھا۔ یہ کیوں نہ کہا جائے کہ معراج میں تو دل سے دیکھا مگر دوسری مرتبہ آنکھوں سے دیکھا ؛

ف۱ صرف اِس خیال سے کہ کسی راوی نے کسی واقعۂ معراج کو بتاتے وقت اِس سورۃ کی کسی آیت کے الفاظ پڑھ دیئے ہیں آپ نے اسے معراج سے متعلق سمجھ لیا ہے حالانکہ کسی راوی کا کسی واقعہ کو قرآنی الفاظ سے بیان کر دینا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ الفاظ اسی واقعہ سے متعلق ہیں۔ اس سورۃ کے مضمون سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ آیات دراصل وحی قرآن کی تصدیق میں نازل ہوئی ہیں۔ واللہ اعلم۔ منہ

ف۲ لفظ "اخریٰ"، صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ دو دفعہ ظہور پذیر ہوا ہے، ان دو موقعوں کا پتہ دیا ہوتا۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسئلہ رویت اور آنحضرت صلعم

تفسیر ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۳۲۸ پر لکھا ہے کہ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا یا رسول الله رأیت ربك قال رأیته بفؤادی یارسول اللہ آپؐ نے خدا کو دیکھا۔ فرمایا دل سے دیکھا اور ایک روایت میں ہے (لم أره بعینی و رأیتهٗ بفؤادی) کہ میں نے آنکھ سے نہیں دیکھا، دل سے دیکھا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابوذر کے پوچھنے پر آپؐ نے فرمایا "نورٌ انّیٰ اراہ" کہ وہ تو نور ہے، میں اسکو کہاں دیکھ سکتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے رأیت نورًا، کہ "میں نے صرف ایک نور دیکھا" (ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۱۶ و جلد ۹ صفحہ ۳۲۸) اِسی طرح مُسلم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے واعلموا انکم لن تروا ربکم حتّٰی تموتوا (مسلم) فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۲۳ کہ تم خدا کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے یہاں تک کہ تمھیں موت آجائے ؛

مسئلہ رویت اور صحابہؓ

اور صحیح بخاری میں ہے من حدثك ان محمدا صلعم رأی ربه فقد کذب ثم قرأت لا تدرکه الابصار کہ حضرت عائشہؓ نے کہا، جو تمھیں کہے کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا، اس نے جھوٹ بولا۔ حضرت عائشہؓ اس پر اس لئے مصر تھیں کہ انہوں نے یہ مسئلہ خود آنحضرت صلعم سے دریافت کیا تھا اور آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں نے خدا کو نہیں بلکہ جبرائیل کو دیکھا تھا فقالت انا اوّل هذه الامة من سأل رسول الله صلعم عن ذلك فقال هو جبرئیل (مسلم) فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۲۹ واخرج ابن مردویه فقالت انا اول من سأل رسول الله صلعم عن هذا فقلتُ یارسول هل رأیتَ ربك فقال لا (ایضاً صفحہ ۴۲۳) اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایت بخاری و مسلم میں ہے کہ آپؐ نے جبرائیل کو دیکھا تھا نہ کہ خدا کو (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۲۹) اور ابن کثیر میں تو ہے لا یعرف لهم مخالف من الصحابة فی تفسیر هذه بهذا (ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۵) بہرحال اکثر صحابہؓ (بلکہ تابعین وغیرہ) کا یہی مذہب تھا کہ آپؐ نے خدا کو نہیں بلکہ جبرائیل کو دیکھا تھا (ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۳۲۹ و ۳۳۰) چنانچہ حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور حضرت ابوذرؓ وغیرہ اکابر صحابہؓ کا یہ مذہب روایاتِ صحیحہ سے صراحةً ثابت ہے (ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۵ و جلد ۹ صفحہ ۳۲۶) اور اسی کو امام بیہقی و حافظ ابن کثیر نے "حق" اور "اصح" قرار دیا ہے (ایضاً) اور اس کے خلاف زیادہ تر حضرت ابن عباسؓ ہی کے اقوال ملتے ہیں، لیکن اوّل تو ان کی کسی روایت میں یہ تصریح نہیں کہ انہوں نے خود نبی کریم صلعم سے یہ سُنا ہے اور برخلاف اسکے حضرت عائشہؓ کی روایت مذکورہ سے مرفوعاً ثابت ہے کہ انہوں نے خود آنحضرت صلعم سے سُنا تھا۔ پس مرفوع حدیث کے مقابلے میں کسی کا قول کیونکر مانا جا سکتا ہے ("الفقیہ کا معراج نمبر" صفحہ ۲)

ثانیاً۔ صحیح روایتوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ رؤیت بالقلب والفؤاد کے قائل تھے۔ کما

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قال اللہ تعالیٰ ماکذب الفواد مارأیٰ) چنانچہ ان کی روایت صحیح مسلم میں ہے رأی ربہ بفؤادہ مرتین کہ آپؐ نے خدا کو اپنے دل سے دیکھا ہے دو دفعہ (ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۳۲۶ و ۳۲۷ مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۱) اور ایک روایت میں اس سے بھی زیادہ صریح اور واضح الفاظ ہیں۔ قال لم یرہ رسول اللہ صلعم بعینہ انما راٰہ بقلبہ کہ آپؐ نے خدا کو آنکھ سے نہیں دیکھا تھا بلکہ اپنے قلب سے دیکھا تھا (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۳۰) اور امام احمدؒ کی روایت میں آنکھ کی تصریح نہیں (کلمۃ اللہ صفحہ ۱۸) بلکہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں لکنہ مختصر من حدیث المنام کما رواہ احمد ایضا عن ابن عباس ان رسول اللہ صلعم قال اتانی ربی اللیلۃ فی احسن صورۃ احسبہ یعنی فی النوم کہ یہ منامی رویت ہے۔ (جلد ۹ صفحہ ۳۲۵) اور حضرت انسؓ کی روایت (صفحہ ۱۹ کلمۃ اللہ) کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ غریب ہے (ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۳) اور حضرت ابوذرؓ کی ایک روایت میں راٰہ بقلبہ ولم یرہ بعینہ موجود ہے (جلد ۹ صفحہ ۳۳۰ ابن کثیر) پس آپ نے ان کی مطلق روایت سے رؤیت بالبصر کیسے سمجھ لیا؟

رؤیت بالقلب

مولوی صاحب لکھتے ہیں، کہ "جس قسم کا ابصار، حاسۂ بصر سے ہوتا ہے اسی قسم کا ابصار آنحضرت صلعم کے قلب مبارک میں پیدا کر دیا گیا"، (صفحہ ۲۳) مولنا! یہ بھی تو ایک روحانی امر ہی ہے، اس سے آپ کو کیا فائدہ؟

علاوہ ازیں جو روایت آپنے اس کے ثبوت میں نقل کی ہے، اس کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے ملاحظہ فرمالیں لکھتے ہیں:۔ فیہ زیادۃ غریبۃ واسنادہ ضعیف، کہ اس میں غریب زیادتی ہے اور اس کی اسناد بھی ضعیف ہے (جلد ۹ صفحہ ۳۲۸ و ۳۲۹)

حضرت ابن عباسؓ و رویت باری تعالیٰ

حضرت ابن عباسؓ کے متعلق علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:۔ جاءت عن ابن عباس اخبار مطلقۃ واخریٰ مقیدۃ فیجب حمل مطلقھا علےٰ مقیدھا (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۴۳۰) کہ ان کی بعض روایتوں میں مطلقاً یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم نے خدا کو دیکھا۔ آنکھ یا دل سے دیکھنے کی تصریح نہیں اور بعض میں ہے (رای ربہ بفؤادہ، رأی بقلبہ (مسلم) ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۳۲۷) کہ "آپؐ نے خدا کو دل سے دیکھا" پس ان کی مطلق روایتوں کو مقید روایتوں پر محمول کیا جائیگا، یعنی جس روایت میں "قلب" اور "فؤاد" کی قید نہیں، وہاں بھی دل ہی سے دیکھنا مراد ہوگی۔ پس حضرت ابن عباسؓ کا مذہب بھی دراصل یہی ہے۔ کہ آپنے خدا کو دل سے دیکھا تھا نہ کہ آنکھوں سے۔ چنانچہ ان کے اور حضرت عائشہؓ کے درمیان جو بظاہر اختلاف نظر آتا ہے، اس کو علامہ موصوف نے یوں رفع کیا ہے:۔ فیمکن الجمع بین اثبات ابن عباس ونفی عائشۃ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بان یحمل نفیھا علی رویة البصر واثباته علی رویة القلب (ایضاً) کہ حضرت عائشہؓ کی نفی "رؤیت بصری" پر محمول ہے اور حضرت ابن عباسؓ کا اثبات "رؤیت قلبی" پر۔ فلا اختلاف بینھما حقیقةً۔ اور حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔ فی روایة عنه انه اطلق الرؤیة وھی محمولة علی المقیدة بالفؤاد (جلد ۹ صفحہ ۳۲۷) کہ "انہوں نے رؤیت کا اطلاق کیا ہے اور وہ محمول ہے اس رؤیت پر جو مقید بفؤاد ہے" (ترجمان القرآن جلد ۱۵ صفحہ ۱۲) اور جو روایت شریک بن عبداللہ کی حضرت انسؓ سے آپ نے درج کی ہے (کلمة اللہ صفحہ ۱۵) (حتیٰ جاء سدرة المنتھی ودنا الجبار رب العزة فتدلی۔ الخ) اوّلاً تو محدثین کو اِس پر سخت اعتراض ہیں، امام مُسلم نے لکھا ہے فقدم فیه شیئًا واُخّر وزاد ونقص (مسلم بالمعراج، فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۵۳ پر ہے قد استشکلت ھذہ الزیادة اور ترجمان القرآن جلد ۱۵ صفحہ ۷ پر لکھا ہے "بہت سے علماء نے اس روایت کے متن میں کلام کیا ہے" (شہاب علی الشفا جلد ۲ صفحہ ۲۶۵)

ثانیاً۔ اس سے رؤیت باری ثابت نہیں ہوتی بلکہ صرف قریب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ثالثاً۔ اس میں آنکھ سے دیکھنے کا ثبوت نہیں نکلتا۔ رابعاً۔ یہ معراج کے سوا کسی اور موقعہ کے لئے ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "پس اگر یہ صحیح ہے تو اور وقت پر اور قصے پر محمول ہوگی نہ یہ کہ اِس آیت کی تفسیر، کیونکہ یہ رؤیت اِس حال میں تھی کہ رسول اللہ زمین میں تھے، شبِ معراج میں نہیں" (ترجمان القرآن جلد ۱۵ صفحہ ۱۲ و ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۳۲۶) اور روایت حضرت ابن عباسؓ رای ربه مرتین، مرةً ببصرہ ومرةً بفؤادہ (کلمة اللہ صفحہ ۱۶) اس کے متعلق حافظ ابن کثیر کی رائے سُن لیں۔ من روی عنه بالبصر فقد اغرب (ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۳۲۷) کہ جس نے ابن عباس سے "آنکھ کے ساتھ" دیکھنے کی روایت کی ہے، یقیناً اس نے عجیب غریب بات کہی ہے فانه لا یصح فی ذٰلک شیٔ عن الصحابة (ترجمان القرآن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳) کیونکہ جب مسلم میں "بفؤادہ" موجود ہے تو اس کے مقابلے میں کس کا اعتبار کیا جا سکتا ہے؟ اور علامہ علی قاری نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے وان کان جمھور الصحابة بل کلھم مع عائشة کما حکاہ عثمان بن سعید الدارمی اجماعا للصحابة (شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۱۱۶) کہ جمہور صحابہ بلکہ کُلّہم مسئلہ رؤیت میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہیں جیسا کہ عثمان بن سعید دارمی نے اس پر صحابہؓ کا اجماع بیان کیا ہے۔ (نیز دیکھو ترجمان القرآن جلد ۷ صفحہ ۸) -- -- -- -- -- -- -- -- -- -- -- -- پس اِس بارے میں جو اختلاف، چند صحابہؓ سے مروی ہے، اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جو رؤیت باری کے قائل ہیں، ان کی اِس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے۔ کہ ظاہری اور مادی آنکھوں سے دیکھا، بلکہ قلبی، باطنی اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کشفی و منامی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے، اور جن کو اس سے انکار ہے، ان کی مراد ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کی نفی ہے فلا نزاع بینھم فی الحقیقة ۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ منکرینِ رویت باری کے نزدیک خدا کو کسی حالت میں بھی دیکھا نہیں جا سکتا۔ نہ مادی اور ظاہری آنکھوں سے بحالتِ بیداری، اور نہ بحالتِ خواب، اس لئے وہ تو جبرائیل کو دیکھنا بیان کرتے ہیں۔ اور دوسرے فریق کے نزدیک بحالتِ خواب و کشف خدا کو دیکھنا جائز ہے، تو وہ خدا ہی کو دیکھنا مراد لیتے ہیں، گویا خدا کو ظاہری اور مادی آنکھوں سے بحالتِ بیداری دیکھنے کا کوئی بھی قائل نہیں[1]، پس اس اختلاف سے مولوی صاحب کا اپنے مدعا پر استدلال کرنا، صریح غلطی ہے کیونکہ یہ اختلاف، معراج کو روحانی اور کشفی ماننے میں ہرگز مزاحم نہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے، کہ جو رویت کے منکر ہیں وہ دراصل اسی لئے ہیں کہ ان کے نزدیک معراج روحانی تھی تو مولوی صاحب کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

علاوہ ازیں اس بات کا کیا ثبوت ہے؟ کہ یہ اختلاف معراج ہی میں دیکھنے کے متعلق ہے کیا یہ ممکن نہیں، کہ یہ معراج سے بالکل جداگانہ واقعہ ہو۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر جلد ۹ ص۳۳ پر لکھا ہے بهاتین الآیتین دلقد رای من آیات ربه الکبری و لنریک من آیتنا الکبری استدل من ذهب من اهل السنة ان الرؤیة تلك اللیلة لم تقع لانه قال لقد رای من آیات ربه الکبری ولو کان رای ربه لاخبر بذلك ولقال ذلك للناس کہ بعض اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ رویت، شب معراج میں نہیں ہوئی۔ ورنہ خدا تعالیٰ ضرور اس کی خبر دیتا اور صرف یہی نہ کہتا کہ "آپ نے خدا کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں"۔

مولنا انوار اللہ صاحب ایک بات خوب پتے کی کہتے ہیں، کہ رویت باری کا مسئلہ ہر شخص نہیں سمجھ سکتا تھا اس لئے آنحضرت صلعم نے صرف بنو ہاشم کو اس راز سے مطلع کیا اور حضرت عائشہ رض وغیرہ سے مخفی رکھا (افادہ حصہ دوم ص۲۴۳ تا ۲۴۴) لاحول ولا قوة! مولنا کیا حضرت عائشہ رض سے بھی یہ راز چھپایا جا سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر اس خیال باطل کی تغلیط و تردید کرتے ہیں (ابن کثیر جلد ۹ ص۳۳) اور نواب صدیق حسن خان بھی اسے غلط قرار دیتے ہیں (ترجمان القرآن جلد ۱۵ ص۱۴) اور یہ جو لکھا ہے کہ ایک جماعت عین مادی سے دیکھنے کی قائل ہے (کلمۃ اللہ ص۱۹) تو اسے حافظ ابن کثیر رح

---

[1] اور اگر کسی صحیح روایت سے کسی صحابی کا یہ عقیدہ ثابت کر دیں، تو مبلغ پانچ روپے انعام لیں۔ ابن کثیر جلد ۹ ص۳۴ پر لکھا ہے کہ کسی صحابی سے رویت بالبصر ثابت نہیں ہے فانه لا یصح فی ذلك شیئ عن الصحابة رض منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتے ہیں۔ نیز نواب صدیق حسن خاں بھی اس قول کو قبول نہیں کرتے (ترجمان القرآن جلد ۱۵ ص۱۲)

علاوہ ازیں کشف میں بھی تو انسان آنکھوں ہی سے دیکھتا ہے فافہم ؛

قولہٗ۔ جو لوگ بیت المقدس دیکھے ہوئے تھے انہوں نے امتحاناً آپ سے علامتیں دریافت کرنا شروع کیں چونکہ ایسی عجلت کی حالت میں کسی شہر کی تفصیلی حالت یاد رکھنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے آپ پریشان ہوئے اسی وقت حضرت جبرائیل نے مسجد اقصیٰ کو بجسم العنصری آپ کے سامنے رکھدیا (ص۲۴)

اقول۔ مولوی صاحب! "یہ ناممکن" کیسا؟ کیا باقی تمام حالات کا طرفۃ العین اور ایک سیکنڈ میں مشاہدہ کر لینا اور بہت سے انبیاءؑ اور ملائکہ کی مفصّل گفتگو اور ان کے حُلیہ وغیرہ کا یاد رکھنا تو ممکن، مگر مسجد اقصیٰ کا نقشہ یاد رکھنا محال؟ ایں چہ بو العجبی است۔ اور یہ محض بے سند گپ ہانک دی کہ مسجد اقصیٰ بجسدہ العنصری آپ کے سامنے لائی گئی تھی۔ اور بتائیں کہ کیا اہالیان بیت المقدس کو اپنی مسجد کے گم ہو جانے سے کوئی فکر لاحق ہوا تھا یا نہیں؟ اور اس امر کا کوئی چرچا ہوا تھا یا نہیں کہ ایک عظیم الشان مسجد کہاں چلی گئی؟

قولہٗ۔ جیسا کہ خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۶۰ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ (ص۲۴)

اقول۔ اوّل تو اس روایت کی اسناد ذکر نہیں کیں۔ پھر اس کی تخریج کرنیوالے "طبقہ ثالثہ و رابعہ" میں سے ہیں جیسے بزاز، طبرانی، بیہقی۔ ابن مردویہ۔ اور خود خصائص کا جو مرتبہ ہے۔ وہ معلوم ہی ہے۔ عیاں را چہ بیاں ؛

دوئم۔ اس میں یہ ہرگز ذکر نہیں۔ کہ بیت المقدس بجسدہ العنصری لایا گیا تھا۔ اور جو حدیث بروایت حضرت ابو ہریرہ شفاء قاضی عیاض میں سے نقل کی ہے اس میں بھی بجسدہ العنصری لائے جانیکا ذکر نہیں، اور اگر "جیئی بالمسجد" کے الفاظ سے دھوکہ کھایا ہے تو مسلم میں ہے جیئی بالنار ثم جیئی بالجنۃ (باب الکسوف) کہ بحالت نماز آپؐ کے پاس جنت اور دوزخ لائے گئے کیا وہ اپنی اصلی شکل میں لائے گئے تھے۔ اور کیا کشفاً ایسا ہونا ممتنع ہے؟ جبکہ بعض روایات میں صریحاً یہ ذکر ہے۔ کہ اس کا نقشہ سامنے کر دیا گیا تھا۔ (کلمۃ اللہ ص۲۵ بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص۵۳)

قولہٗ۔ اخرج احمد وابو یعلی وابن مردویہ وابو نعیم ..... الخ (ص۲۴)

اقول۔ تخریج کرنے والوں کی حقیقت اوپر گذر چکی ہے۔ دوئم۔ اس میں مذکور ہے کہ "بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے" جس کی لغویت ظاہر کی جا چکی ہے ؛

قولہٗ۔ اخرج ابو یعلی وابن عساکر عن ام ہانی ...... الخ (ص۲۵)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اقول - اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اور ابو یعلیٰ کی روایت قابل حجّت اور سند نہیں ہے مکامی۔ نیز اس میں لکھا ہے انی نِمتُ اللیلۃ فی المسجدِ الحرام فاتانی جبرائیل فذھب بی علی باب المسجد (خصائص جلد ۱ صفحہ ۱۷۸ دُر منثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۵) گویا معراج کی ابتدا مسجد الحرام سے ہوئی۔ حالانکہ خود مولوی صاحب بروایت ام ہانی لکھ چکے ہیں کہ ام ہانی کے گھر سے ابتدا ہوئی (کلمۃ اللہ صفحہ ۹) پس یہ دو متضاد بیان حضرت ام ہانی کی طرف کیونکر منسوب ہو سکتے ہیں۔ پھر اس میں ہے کہ "جبرائیل نے بحکم خداوندی بیت المقدس کا نقشہ سامنے کر دیا" (کلمۃ اللہ صفحہ ۲۵) جسے خود مولوی صاحب رد کر چکے ہیں (صفحہ ۲۴) پس یہ روایت مولوی صاحب کے نزدیک بھی قابلِ قبول نہیں، اور پھر اس میں آپؐ کا اسراء سے قبل عشا کی نماز پڑھنا اور واپسی پر صبح کی نماز پڑھنا بھی مذکور ہے حالانکہ نماز تو معراج ہی میں مقرر ہوئی تھی قال انی صلیتُ اللیلۃ العشاء فی ھٰذا المسجد وصلیتُ بہ الغداۃ واتیتُ فیما بین ذٰلک بیت المقدس..الخ (در منثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۸) علاوہ ازیں اس میں اور بھی کئی باتیں ایسی درج ہیں جن کو محدثین نے قبول نہیں کیا۔

قولہٗ - روی الطبرانی عن ام ہانی .....الخ (صفحہ ۲۶)

اقول - طبرانی کی حکایت قابلِ حجّت نہیں۔ خصوصاً جبکہ کتبِ صحاح کے خلاف ہو۔ نیز اس میں ہے کہ معراج کی ابتدا ام ہانی کے گھر سے ہوئی۔ حالانکہ حضرت ام ہانی ہی کی گذشتہ روائت میں ہے کہ ابتدا مسجد الحرام سے ہوئی۔ پس بمطابق اذا تعارضا تساقطا یہ روایت بھی ساقط الاعتبار ٹھیری +

دوم - اس کا ایک راوی عبدالاعلیٰ بن ابی المساور ہے (ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۳۹) جو کہ عند المحدثین متروک اور ضعیف ہے۔ پس بایں وجہ بھی یہ روایت مردود ٹھیری + سوم - اس میں بھی آسمان پر جانا مذکور نہیں +

قولہٗ - تفسیر روح المعانی میں ہے۔ کہ جب شب معراج میں آنحضرت صلعم کو بنی عبد المطلب نے دولت کدہ پر نہ پایا تو مختلف جانب تلاش کے لئے نکلے اور حضرت عباس ذی طوی تک پہنچے اور یا محمدؐ یا محمدؐ سے آوازیں دے رہے تھے (صفحہ ۲۷)

اقول - یوں تو بغیر سند کے بے سرو پا روایات نقل کرنا آپ کا شیوہ اور مسلک غیر منفک ہے۔ لیکن میں اس بے سند قول کو بے سند درج کرنے میں آپ کا کوئی قصور نہیں دیکھتا، کیونکہ بدقسمتی سے یہ ہے ہی "محروم السند" یا یہ کہ خوش قسمتی سے کسی سند اور راوی کا رہین منت ہی نہیں ہوا۔ چنانچہ خود روح المعانی ہی میں یہ بصیغہ مجہول[1] مذکور ہے، پس آپ مجبورِ محض اور معذورِ مطلق ہیں، لیکن مولانا وہ سفر تو تھا ہی "ایک سیکنڈ کا" پھر یہ تلاش کیسی؟ (دفع الاعوجاج صفحہ ۲۸ و کلمۃ اللہ صفحہ ۳) چنانچہ "الملحدیث" میں بھی لکھا ہے "کہ حضور اتنی دیر تک

---

[1] ویقال انہ تفرقت بنو عبد المطلب یلتمسونہ و وصل العباس الیٰ ذی طوی وھو ینادی یا محمدؐ یا محمدؐ.....الخ (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۴۶۹) اس مجہول، مردود اور بے اصل قول سے استدلال کرنا "دیوبندی علماء" ہی کا کام ہے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گھر سے غائب نہیں ہے کہ آپ کی تلاش کی جاتی، زیادہ دیر نہیں لگی، کہ جس سے گھر والوں کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو.... حضورؐ کو اس رات کسی نے گھر سے گم نہیں پایا اور یہ درست ہے۔" ("معراج نمبر" صفحہ ۱۶)

قولہٗ - اخرج ابن شیبۃ واحمدؔ ونسائی۔ والبزار۔ والطبرانی وابن مردویہ وابونعیم... الخ (صفحہ ۲۷)

اقول - اس کی اسناد ذکر نہیں کیں۔ دوئم۔ اس میں آسمان پر جانیکا ذکر نہیں۔ صرف یہ لکھا ہے۔ اُسری بی اللیلۃ۔ فقالوا الیٰ این قال الیٰ بیت المقدس۔ کہ آپؐ نے فرمایا آج رات مجھے سیر کرائی گئی۔ کفار نے پوچھا، کہاں تک؟ فرمایا، بیت المقدس تک۔ آپؐ نے آسمان پر جانیکا ذکر نہیں فرمایا۔ سوئم۔ اس میں لکھا ہے (جسے مولوی صاحب نے عمداً درج نہیں کیا) کہ جب کفار نے بیت المقدس کی علامات پوچھنا شروع کیں تو میں بتاتا رہا یہاں تک کہ بعض علامتوں کے متعلق مجھے شبہ پڑ گیا۔ تب مسجد بیت المقدس میرے سامنے لائی گئی۔ حالانکہ گذر چکا ہے کہ ان کے پوچھنے ہی پر مسجد سامنے لائی گئی تھی کیونکہ آپؐ کو اسکی علامتیں یاد نہ تھیں۔ چہارم۔ اس میں ذکر ہے کہ اس خوف سے کہ کفار تکذیب کرینگے آپؐ الگ غمگین بیٹھے تھے کہ ابوجہل آپؐ کے پاس سے گذرا.... الخ۔ مگر اوپر گذر چکا ہے کہ آپؐ حضرت اُمّ ہانی کے گھر میں تھے اور یہ واقعہ سُنانے کیلئے وہاں سے خود باہر تشریف لائے۔ بلکہ اُمّ ہانی نے پکڑ پکڑ کر روکا، مگر آپؐ زبردستی دامن چھڑا کر باہر تشریف لے آئے، اور یہ واقعہ سنایا (کلمۃ اللہ صفحہ ۲۶) فاذا تعارضا تساقطا۔ پنجم۔ آنحضرت صلعم کی شان اقدس سے یہ بعید ہے کہ ایک سچے واقعہ کو (جسے "معجزہ" بھی کہا جاتا ہے) اس خیال سے کہ لوگ تکذیب کرینگے، چھپائیں اور غم زدہ ہو کر بیٹھے رہیں۔ وَلا۔

قولہٗ - اس کے بعد مشرکین مکہ صدیق اکبرؓ کے پاس گئے.... الخ (صفحہ ۲۸)

اقول - اوّل تو یہ روایت صحاح میں نہیں" اور جو صحاح میں نہ ہو وہ قابلِ قبول نہیں (افادہ حصہ دوم صفحہ ۲۳۳) بلکہ حاکم و ابن مردویہ اور بیہقی میں ہے جو "طبقہ ثالثہ و رابعہ" میں شامل ہیں اور وہ قطعاً قابلِ حجت نہیں کما مرّ۔ دوئم۔ اس روایت میں ہے کہ "بہت سے لوگ مرتد ہوگئے" جس کا بطلان ظاہر ہو چکا۔ سوئم۔ اس میں بھی صرف بیت المقدس تک جانا مذکور ہے آسمان تک جانا مذکور نہیں۔ چہارم۔ اس کا ایک راوی محمد بن کثیر صنعانی ہے۔ جسے امام احمدؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اور نسائیؒ نے لکھا ہے کہ یہ قوی راوی نہیں یروی اشیاء منکرۃ وفی حدیثہ بعض انکار (دیکھو کتب اسماء الرجال) اور دوسرا راوی معمر بن راشد ہے جو مشہور وہمی ہے۔ پنجم۔ حضرت ابوبکرؓ کا انی اصدقہ بخبر السماء بما ھو ابعد من ذٰلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ او روحۃ۔ فرمانا صاف دلالت کر رہا ہے کہ یہ جسمانی واقعہ نہ تھا۔ کیونکہ آسمانی وحی اور الہام تو ایک امر روحانی ہے نہ کہ مادّی و جسمانی ÷

قولہٗ - اخرج البزار۔ وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ۔ والبیہقی.... الخ (صفحہ ۲۹)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اقول - اس روایت میں یہ لفظ آئے ہیں (جو مولوی صاحب نے درج نہیں کیئے) قال صلیت لاصحابی العتمۃ بمکۃ ..... الخ (درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۴۰ وخصائص جلد ۱ صفحہ ۱۵۸ وافادہ حصہ دوم صفحہ ۲۰۹) کہ حضورؐ نے فرمایا میں نے اپنے صحابہؓ کو عشاء کی نماز مکہ میں پڑھائی ... الخ - حالانکہ نماز پنجگانہ بالاتفاق معراج میں مقرر اور فرض ہوئی تھی - پس قبل معراج صحابہؓ کو عشاء کی نماز پڑھانے کے کیا معنے ؟

دوئم - اس روایت کے متعلق حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں - کہ اس میں بہت سی منکر باتیں مذکور ہیں کالصلوٰۃ فی بیت لحم وسؤال الصدیق عن نعتِ بیت المقدس وغیرِ ذٰلک (تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۲۵) اور تفسیر ترجمان القرآن میں بھی یہی لکھا ہے (جلد ۱۵ صفحہ ۲۸)

سوئم - اس میں بھی آسمان پر جانے کا ذکر نہیں - اور نہ بجسدہ العنصری بیت المقدس تک جانیکا ہے -

چہارم - اس کا ایک راوی اسحاق بن ابراہیم زبیدی ہے جس کے متعلق لیس بثقۃ اولیس بشیٔ لکھا ہے - بلکہ بعض محدثین نے اسے کاذب بھی قرار دیا ہے - اور ایک راوی عمرو بن حارث ہے جس کے متعلق لکھا ہے لہ اشیاء منکرۃ اور بعض نے تو اس پر سخت ریمارک کیئے ہیں - تیسرا راوی یعنی ولید بن عبدالرحمٰن بھی غیر محفوظ ہے - پس ایسی روایت قابلِ قبول نہیں ہو سکتی :

قولہٗ - عن ابی بکر قال للنبی صلعم لیلۃ اسریٰ بہ طلبتک یارسول اللہ البارحۃ فی مکانک فلم اجدک ... الخ (صـ۲۹)

اقول - اس کے متعلق علامہ خفاجی شارح شفا کی رائے سُن لیں - لکھتے ہیں :- فی ھذا ما لا یخفیٰ اذ لا یصح مع قولہ طلبتک البارحۃ وھی اللیلۃ الماضیۃ (شہاب علی الشفاء جلد ۲ صـ۲۹۶) کہ اس میں ایک ایسا ضعف اور نقص ہے جو مخفی نہیں کیونکہ حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلعم کو شبِ اسرا میں یہ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ میں نے آپؐ کو کل رات تلاش کیا تھا مگر آپؐ کو نہ پایا تو حضورؐ نے جواب دیا کہ مجھے جبرئیل بیت المقدس لے گیا تھا ، مولوی صاحب ! کیا حضورؐ کو شبِ اسرا سے قبل کی رات میں اسرا ہوئی تھی ؟ اس روایت سے تو کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے :

علاوہ ازیں "المحدیث" میں ہے کہ آپؐ کو شبِ معراج کسی نے تلاش نہیں کیا ("المحدیث کا معراج نمبر" صـ۱۶) - اور تلاش کرنا معنے بھی کیا رکھتا ہے ، جبکہ یہ سفر ہی "ایک سیکنڈ کا" تھا - (دفع اللجاج صـ۲۵ و کلمۃ اللہ صـ۲)

ناظرین باتمکین نے دیکھ لیا کہ "علامہ خامہ" نے جن روایات ضعیفہ اور بیانات رکیکہ پر اس محیر العقول مسئلے کی بنیاد رکھی تھی وہ قطعاً بے بنیاد اور بے حقیقت ہیں - "علامہ" صاحب نے محض دھوکہ دہی کیلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان روایاتِ موضوعہ اور اقوال کاسدہ و فاسدہ کا نام "احادیث صحیحہ و جیدہ" رکھا تھا۔ یہ تو ہے اس "علامہ فہامہ" کا مبلغ علم اور حدیث دانی۔ مگر اس سے بھی بڑھکر تعجب اور حیرانی ہے۔ "آیۃ السالغین خاتمۃ المحدثین مولٰنا سید محمد انور شاہ صاحب صدر المدرسین دار العلوم دیوبند" پر کہ انہوں نے اس مجموعہ خرافات اور پلندہ واہیات پر بایں الفاظ تقریظ لکھ ڈالی۔ کہ اس رسالے میں "نقول معتمد اور مستند کتابوں سے لی گئی ہیں اور عمدہ سے عمدہ قول سامنے رکھ دیا ہے" وغیرہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اگر "صدر المدرسین و خاتمۃ المحدثین" کے نزدیک بھی یہ غیر معتبر اور غیر محتاط کتابیں "معتمد" اور "مستند" کہلانے کی مستحق ہیں تو پھر غیر معتمد اور غیر مستند کتابوں کا وجود دنیا میں تلاش کرنا لاحاصل ہے ذٰلک مبلغھم من العلم ٭

ان بے بنیاد اور لغو قصوں کو درج کرنے کے بعد صفحہ ۲۹ پر زیر عنوان "روایات مذکورہ سے امور ذیل ثابت ہوئے" چند ایسی باتیں بطور نتیجہ لکھی ہیں کہ جن سے بزعم خود معراج جسمانی ثابت ہوتی ہے۔ لیکن یہ نتائج ؎ خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج ٭ تا ثریا مے رود دیوار کج۔ کے مطابق بناء الفاسد علی الفاسد کے مصداق ہیں۔ کیونکہ جب یہ تمام روایات ہی لغو۔ ضعیف۔ اور موضوع ثابت ہو چکیں۔ تو ان سے کسی امر پر استدلال کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ مگر دروغ گو را بخانہ باید رسانید کے مطابق ان درج شدہ امور میں سے بعض کا جواب ذیل میں دیا جاتا ہے۔ کہ جن کا ذکر صحاح میں بھی آیا ہے۔ مثلاً کفار کا تکذیب کرنا اور علامتیں دریافت کرنا وغیرہ ٭

تکذیبِ کفار کی وجہ

(۱) اگر آنحضرت صلعم اور صحابہؓ نعوذ باللہ اس رؤیا کو محض خواب و خیال کا رتبہ دیتے تو کفار کو تکذیب کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ ان کو یہ معلوم تھا کہ حضرت (محمد صلعم) جو کچھ اس عالم میں دیکھتے ہیں وہ اس کو واقعہ اور حقیقت جانتے ہیں۔ اس لئے ان کو اعتراض تھا۔ اور چونکہ واقعات معراج میں سیر بیت المقدس کے سوائے اور تمام باتیں دوسرے عالم کی تھیں۔ جن کے صدق و کذب اور حق و بطلان کی کوئی صورت ان کے پاس نہ تھی۔ اس بناء پر انہوں نے معراج کے تمام واقعات اور مناظر میں سے صرف بیت المقدس کا حال پوچھا کہ اگر آپؐ اس کو غلط بتاتے تو اور باتوں کو بھی وہ لوگوں میں اسی طرح غلط۔ باطل اور بے حقیقت مشہور کرتے پھرتے ٭

(۲) قریش خدا کی عظمت خدا کی پاکیزگی و تقدس کو مانتے تھے۔ فرشتوں پر یقین رکھتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ وغیرہ پیغمبروں کی نیکی اور بڑائی بھی انہوں نے سنی ہوئی تھی۔ اور اپنے خیال میں وہ آنحضرت صلعم کو نعوذ باللہ جھوٹا۔ مکار۔ کاذب لامذہب اور بددین جانتے تھے۔ اس لئے ان کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسا آدمی، ایسا مقدس، باعظمت، روحانی، پاکیزہ۔ اور اعلیٰ خواب دیکھ سکتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کسی خالص مسلمان کے سامنے کوئی ایسا آدمی جو اس کے نزدیک نہایت بداخلاق۔ آوارہ اور بددین ہو۔ اپنا کوئی مقدس خواب بیان کرے۔ مثلاً یہ کہ دربار الٰہی میں مجھے بار ملا۔ سلطنت کا تاج میرے سر پر رکھا گیا۔ جنت کے دروازے میرے لئے کھولے گئے۔ ملائکہ میری تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے۔ یا مثلاً یہ بیان کرے کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مجھے رسائی ہوئی اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوا وغیرہ تو وہ کبھی بھی اسکے اس بیان کو صحیح تسلیم نہیں کریگا۔ (خصوصاً جبکہ وہ اسکو علی الاعلان۔ جھوٹا۔ مکار۔ وغیرہ مشہور کرنے کے علاوہ اس سے قلبی عداوت بھی رکھتا ہو) کیونکہ وہ اس کو اس رُتبے کا مستحق نہیں جانتا۔ پس کفار کی تکذیب اور انکار بھی اسی بنا پر تھا۔ فافہم ؛

(۳) کُفار چونکہ آپؐ کو نعوذ باللہ کاذب۔ دروغگو سمجھتے تھے اور آپؐ کے ساتھ قلبی عداوت اور دلی کینہ و بغض وعناد بھی رکھتے تھے۔ اس لئے آپؐ کی ہر ممکن بات کی بھی تکذیب کردینے میں انکو کونسی چیز مانع تھی۔ خاصکر ایسا پاک کشف دیکھنے کے قابل آپؐ کو وہ کب سمجھ سکتے تھے۔ کیا آپ ثابت کرسکتے ہیں۔ کہ وہ "شریف النفس" اور "نیک خو" آپؐ کی باقی رؤیا اور کشوف کی تصدیق کیا کرتے تھے۔ وہ تو آپؐ پر وحی آنیکی بھی تکذیب کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا جواب بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب آپؓ کے سامنے ذکر ہوا تو آپؓ نے فرمایا انی اصدقه بما هو ابعد من ذٰلك اصدقه بخبر السماء فی غدوة او روحة (کلمۃ اللہ صفحہ ۲۸) کہ مَیں تو اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس بات پر آپؐ کی تصدیق کرتا ہوں یعنی یہ کہ صبح و شام آپؐ پر آسمان کی خبر آتی ہے۔ (دیکھئے نزولِ وحی کو جو مُسلّم طور پر روحانی امر ہے واقعہ معراج سے بھی زیادہ بعید از فہم و عقل قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ نزول وحی بر انبیاءؑ کے قائل تھے۔ پس عقلاً ان کے نزدیک یہ کوئی بعید بات نہ تھی۔ ہاں چونکہ وہ آپؐ کی ذات کیلئے ایسے پاکیزہ رؤیا اور کشف کو بعید سمجھتے تھے چہ جائیکہ آپؐ پر نزول جبرائیل کو جائز سمجھتے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ کیا میں تو آپؐ پر نزول وحی کا بھی قائل ہوں جو اس سے بھی اعلیٰ و برتر مقام ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں عجوبہ پن ماننے کے لئے اس کو جسمانی ماننا ضروری نہیں کیونکہ نزولِ وحی اس سے بھی اعجب و ابعد ہونیکے باوجود ایک روحانی معاملہ ہے)

(۴) نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مشاہدہ جس کو خواب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حقیقت کی رُو سے یہ خواب نہ ہو۔ بلکہ جسم سے منقطع ہو کر روح کی سیر ہو مگر کُفار کیلئے اس کا سمجھنا آسان نہ تھا۔ اس لئے تکذیب کردی۔ (دیکھو سیرت النبی)

(۵) درحقیقت تصویری زبان میں آپؐ کو اس کشف میں جن مدارج اور مراتب عالیہ دیئے جانے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ مثلاً یہ کہ آپؐ کا رُتبہ تمام انبیاءؑ سے بڑھ گیا۔ سید الانبیاء و خاتم النبیین ایسے معزز لقب سے ملقب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہوئے ۔ ذی القبلتین قرار پائے ۔ وغیرہ ۔ ان کو مدِّ نظر رکھ کر انہوں نے تکذیب کی ۔ بھلا وہ تو آپؐ کو راستباز بھی نہ سمجھتے تھے چہ جائیکہ آپؐ کو تمام انبیاءؑ کا مقتدا اور امام مان لیتے ۔

(۶) دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا وہ کشف جس میں آپؑ نے خدا تعالیٰ کو دیکھا یا وہ کشف جس میں آپؑ نے تجلّیات الٰہیہ میں فنا ہو کر اپنے آپ کو بعض صفات الٰہیہ سے متّصف پایا ۔ ایک کشف ہی ہے ۔ مگر آپ لوگ اس کی بھی تکذیب کرتے ہیں ۔ کیا حضرت اقدس علیہ السّلام نے اس کو بیداری کا واقعہ بیان کیا ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ پس ٹھیک اسی پر ان مکذّبین کی حالت کو قیاس کر لیں ۔

(۷) کفار کی مخالفت آپ کے دعویٰ رسالت اور نبوّت کی وجہ سے تھی اور واقعات معراج یقیناً نبوّت کا ایک حصہ ہیں (عام خوابیں بھی نبوّت کا ۱/۴۶ حصہ ہیں، تو یہ سید الکونین صلعم کا ایک عظیم الشان رؤیا ہے)

اس لئے ضروری تھا کہ کفّار تکذیب کرتے ۔ کیونکہ وہ اصل نبوّت اور رسالت سے منکر تھے ۔ پس جو شعبۂ نبوّت ہو ضرور ہے کہ اس سے بھی انکار کریں ۔ اور خود قریش بھی خواب کو شعبۂ نبوّت سمجھتے تھے اور جو خواب ان کے مقصد کے خلاف ہوتا اس سے ان کے دلوں میں ناراضگی پیدا ہوتی تھی ۔ چنانچہ کامل ابن اثیر جلد دوم ص۵۵ پر عاتکہ بنت عبد المطلب (ام ہانیؓ) کا ایک طول طویل خواب درج ہے، جسے کفار نے سن کر برا منایا اور ابوجہل نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کرکے کہا متیٰ حدثت فیکم ھذہ النبیۃ و ذکر رؤیا عاتکۃ ثم قال ما رضیتم ان تتنبأ رجالکم حتّیٰ تتنبأ نساءکم کہ تم میں یہ پیغمبرنی کب سے پیدا ہوگئی اور اس نے عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا، کیا اس سے تمہاری تسلّی نہیں ہوئی کہ تمہارے مردوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا، یہاں تک کہ تمہاری عورتیں بھی پیغمبری کا دعویٰ کرنے لگیں ۔

(۸) قریش کی تکذیب صرف اسرا کے متعلّق بیان کی گئی ہے معراج کے متعلّق، کذبوا فی الاسراء واستبعدوا وقوعہ ولم یتعرضوا للمعراج (فتح الباری جلد ۷ ص۱۳۷) پس زیادہ سے زیادہ اس دلیل سے صرف بیت المقدس تک جسمًا جانا ثابت ہوگا نہ کہ آسمان پر بھی ۔ فتدبّرو ۔

اور یہ کہ کفّار مکہ نے علامتیں دریافت کیں، اس سے بھی معراج کا جسمانی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ شریر منکرین کو تو شرارت سے کام ہوتا ہے نہ کہ حقیقت الامر سے، دیکھئے حضرت مسیح موعودؑ کے سرخ چھینٹوں والے کشف کے متعلّق حضرت مولوی عبداللہ صاحب مرحوم سے مکذّب امرتسری، اس امر پر حلفیہ شہادت طلب کرتا تھا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے خدا کو قلم چھڑکتے دیکھا ہے حالانکہ وہ جانتا تھا اور اسوقت بھی اسے باربار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہا گیا، کہ یہ امر تو فقط حضرت مسیح موعودؑ ہی نے کشف میں دیکھا تھا، اسپر مولوی صاحب مرحوم رضؓ کیسے عینی شہادت دے سکتے ہیں ہاں وہ چھینٹوں کے ظاہر میں پڑنے پر حلفیہ شہادت دے سکتے ہیں، جسکے لئے وہ مکذب امرتسری کے گھر پر پہنچے ہوئے تھے مگر وہ اپنی ہی نامعقول بات پر اصرار کرتا رہا۔ پس ٹھیک اسی طرح کفار مکّہ کا حال تھا کہ وہ بھی ہر جائز و ناجائز اور معقول و نامعقول طریق سے آپؐ کو بدنام کرنا اور آپؐ کی تکذیب کرنا ضروری خیال کرتے تھے سو اسی بنا پر وہ آپؐ سے علامتیں دریافت کرنے لگ گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے مقصد میں ناکام و نامراد رکھنے کے لئے آپؐ کو کشفی رنگ میں مسجد کا صحیح نقشہ دکھا دیا، اور آپؐ نے جو انہوں نے پوچھا وہ بتا دیا جس سے وہ اور بھی نادم ہوئے۔ علاوہ ازیں خود یہ واقعہ بھی کشفی و منامی ہو سکتا ہے، چنانچہ مسلم کی مندرجہ ذیل روایت سے یہی معلوم ہوتا ہے قال رسول اللہ صلعم لقد رأیتنی فی الحجر و قریش تسألنی ..... الخ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۵۲۹) یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے آپکو مقام حجر میں دیکھا، اور قریش مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ جملہ لقد رأیتنی صریح طور پر خواب پر دلالت کر رہا ہے، نیز بعض دفعہ خواب میں کوئی چیز بعینہٖ بھی دکھائی جاتی ہے، پس آپؐ کو بھی بیت المقدس بعینہٖ دکھایا گیا، سو اُن کے علامتیں دریافت کرنے پر آپؐ نے بتا دیں، باقی آنحضرت صلعم کا شبِ معراج مکّہ میں موجود نہ ہونا، اور اسی وجہ سے حضرت اُمّ ہانی کی نیند کا جاتے رہنا اور حضرت ابوبکرؓ و بنی عبدالمطلب کا آپؐ کو تلاش کرتے پھرنا وغیرہ امور احادیث صحیحہ سے ہرگز ثابت نہیں، اور جن روایات ضعیفہ میں ان بے بنیاد اور لغو قصّوں کا ذکر ہے، وہ ساقط الاعتبار اور غلط ثابت ہو چکی ہیں، پس ان سے استدلال کرنا درست نہیں ہے ؛

ایک اور عجیب بات مولوی صاحب نے بیان کی ہے، فرماتے ہیں: — "بوقت امتحان نقشہ کا پیش نظر ہونا اور اس کو دیکھ دیکھ کر علامتیں بیان فرمانا یہ خود اس امر کو بتلا رہا ہے کہ صرف اسی قدر واقعہ کشفی طور سے ہوا اور اس کے علاوہ کُل واقعہ حالتِ بیداری جسد اطہر کے ساتھ پیش آیا" (صفحہ ۳۰) چہ خوب! مولنا! یہ کمال کی منطق ہے۔ کہ اُلٹا اور برعکس نتیجہ نکال لیا۔ اس سے تو صاف مفہوم ہوتا ہے، کہ یہ تمام ہی واقعہ کشفی تھا جیسا کہ خدا تعالیٰ نے اس کے ایک حصّہ کو پھر کشفی طور پر دکھا دیا۔ (اور یاد رہے کہ نسبت بیداری کے خواب ہی کی باتیں زیادہ بھولا کرتی ہیں) پھر فرماتے ہیں کہ "ثمّ اخذ بیدی فعرج بی الی السماء معراج جسمانی کے حق میں صریح ارشاد ہے۔ کیونکہ ید یعنی ہاتھ تو جسم ہی کے لئے ہوتا ہے۔ رُوح کے لئے نہیں ہوتا" (ص ۳۲)

واہ! سُبحان اللہ! کیا کہنا ہے!!! ناظرین ان "دیوبندی نکات علمیہ" پر مولوی صاحب کو ضرور داد دیجئے کیوں صاحب! ید اللہ فوق ایدیھم اور بل یداہ مبسوطتان (مائدہ ع ۹) وغیرہ آیات سے خدا کا بھی جسم ثابت کرو گے؟ نیز جنتیوں کے حق میں ہے۔ نورھم یسعی بین ایدیھم (تحریم ع ۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا قیامت میں یہ اجسام عنصریہ ساتھ ہونگے۔ اور مؤمنوں کے انہی جسمانی ہاتھوں کے آگے نور ہوگا؟ اور فرمایا وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ (یٰس ع ۴) يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ (نور ع ۳) تو کیا یہی مادی ہاتھ اور زبانیں قیامت میں گواہی دینگی؟

افسوس اگر آپ ذرہ بھی غور کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا۔ کہ عالم کشف میں بھی انسان کی روح بلا جسم نہیں ہوتی۔ بلکہ ہر حالت میں اسکو ایک لطیف جسم ملتا ہے، اور انسان اپنی منامی حرکات و سکنات کو بیداری میں بیان کرتے وقت اپنے اعضاء حسیہ ہی کی طرف منسوب کرتا ہے نہ کہ روح کی طرف۔ مثلاً کہیگا "میں نے فلاں چیز اپنے ہاتھ سے پکڑی یا فلاں جگہ میں پیدل چل کر گیا" تو خواب میں کسی چیز کو پکڑنے اور چلکر جانے کو اپنے ہاتھ یا پاؤں کی طرف منسوب کریگا۔ گو یقیناً وہ یہ ظاہری ہاتھ یا پاؤں نہیں ہوتے۔

پس آپ اس حقیقت پر تدبر کرتے تو قطعاً یہ نہ فرماتے کہ چونکہ شق صدر اور براق پر سوار ہونا وغیرہ جسم کے خواص ہیں۔ اس لئے معراج جسمانی تھی (ص ۳۲) کیونکہ یہ تب کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ کوئی یہ کہے کہ براق اس دنیا کی مادی سواری تھی۔ اور فی الحقیقت آپؐ کا ظاہری سینہ چاک کیا گیا تھا۔ .. .. اگر یہی اعتراض کرنا تھا۔ تو آپ نے یہی کیوں نہیں کہدیا کہ نفس آنا۔ جانا کہنا۔ سننا وغیرہ بھی خواص جسمانی ہیں، اس لئے معراج جسمانی تھی۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ ہم جس عالم کی باتیں کر رہے ہیں، وہاں نہ ہم ان پاؤں سے چلتے ہیں۔ نہ ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں نہ ان کانوں سے سنتے ہیں، نہ اس جسم سے سوار ہوتے ہیں، وغیرہ مثلاً یوں سمجھئے کہ ہم عالم خواب یا عالم تصور میں اپنے انہی اجسام۔ انہی اعضاء اور انہی قوائے احساس کے ساتھ کیا کیا کام انجام دیتے ہیں۔ چلتے پھرتے بھی ہیں، مگر اس زمین پر نہیں۔ اترتے چڑھتے بھی ہیں۔ مگر اس مادی سواری پر نہیں، دیکھتے سنتے بھی ہیں مگر اس ظاہری عالم کی چیزیں اور باتیں نہیں، پس ٹھیک اسی طرح، جس طرح آپؐ کا یہ سفر روحانی تھا، براق اور معراج کے دیگر مناظر و مشاہد بھی روحانی تھے۔ فافہم ولا تکن من الغافلین ٭

قولہ - اگر یہ خواب وغیرہ تھا۔ تو محض خواب یا مکاشفہ کی تصدیق پر حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب ملنا بالکل ہی لغو اور مہمل ہوگا (ص ۳۶)

اقول - اول تو جن روایات میں آپؓ کو صدیق لقب ملنے کی یہ وجہ مذکور ہے وہ نہایت درجہ منکر و ضعیف ہیں۔ لہذا ان سے حجت پکڑنی صحیح نہیں۔ کما مرّ مسابقاً ثانیاً صدیق کہلانے کی اور بھی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ قبل از اسلام بھی وہ اس لقب سے ملقب تھے کہ وہ ہمیشہ سچ بولتے۔ وقیل لمبادرته الی تصدیق رسول الله صلعم فیما کان یخبر به کہ ہر بات جو رسول اللہ صلعم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیان فرماتے، اس کی آپؓ تصدیق کرتے اور سب سے پہلا موقعہ تصدیق کا وہ تھا جب آپؐ نے دعویٰ کیا تو انہوں نے اٰمنتُ بہ وصدقتہ کہا، چنانچہ بخاری میں ہے وقال ابوبکر صدقت (تاریخ الخلفاء وغیرہ) نیز کیا باقی تمام جلیل القدر صحابہؓ نے اس واقعہ کی تصدیق نہیں کی تھی (اس سے تو یہی مفہوم ہوتا ہے) یا کم از کم ایک عرصہ تک متردد رہے تھے۔ جس سے نہ صرف اُن کی (رضی اللہ عنہم) شان پر دھبہ لگتا ہے۔ بلکہ خود آنحضرت صلعم کی قوتِ قدسیہ پر بھی حرف آتا ہے کہ آپؐ کی تیار کردہ جماعت ساری کی ساری نعوذ باللہ ضعیف الایمان تھی کہ جس کو آپؐ کی بات پر یقین ہی نہیں آیا۔ اور اگر ہم یہ مان بھی لیں تو ظاہر ہے کہ یہ کشف جن حقائق اور آیندہ فتوحات جلیلہ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ آنحضرت صلعم کی ابتدائی مکی زندگی پر نظر رکھتے ہوئے ان کی تصدیق کرنے والا بالیقین "صدیق" کہلانے کا مستحق ہے ۔

معراج اور اسراء

عنوان بالا کے ماتحت مولوی صاحب نے اس امر پر بحث کی ہے کہ "اسراء اور معراج دونوں ایک ہی شب میں ہوئے ہیں" جس سے ان کی غرض یہ ہے۔ کہ چونکہ وہ اپنے زعم باطل میں آنحضرت صلعم کا جسدِ عنصری کے ساتھ بحالتِ بیداری بیت المقدس تک جانا ثابت کر چکے ہیں۔

لہذا جب اسی رات بیت المقدس سے آسمان پر جانا بھی ثابت ہو گیا تو آسمان پر مع الجسد العنصری جانا بھی ماننا پڑیگا۔

لیکن اسراء یعنی بیت المقدس تک آنحضورؐ کی سیر کا جسدِ عنصری کے ساتھ واقع ہونے کی جو ادلہ مولوی صاحب نے بیان کی تھیں ان کی حقیقت و اصلیت اب مخفی نہیں رہی۔ بلکہ یہ مبرہن اور مدلل طور پر اظہر من الشمس ہو چکا ہے کہ مولوی صاحب کی حالت اس مثال کی مصداق ہے:۔ اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِالْحَشِیْشِ "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا"۔ ورنہ ایک دلیل بھی قرآن یا حدیث سے اپنے مُدّعا کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکے۔

اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ بیت المقدس تک جانا جسدِ عنصری ہی کے ساتھ تھا۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ متنازعہ فیہ امر تو صرف یہ ہے کہ آنحضورؐ بجسدہ العنصری آسمان پر تشریف لے گئے تھے یا نہیں۔

اور یہ کہ اسی رات معراج ہوئی اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا۔ سوائے اس کے کہ "حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض حدیث ابن عباسؓ ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلعم لیلۃ اسریٰ بہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو باب المعراج میں ذکر کرنے سے یہ ہے۔ کہ اسرا اور معراج دونو ایک ہی شب میں ہوئیں" (ص۳۲) حالانکہ یہ محض حافظ صاحب کا اپنا قیاس ہے نہ کہ امام بخاری کی تصریح اور برخلاف اس کے علامہ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ امام بخاری اسرا اور معراج کو الگ الگ راتوں میں مانتے ہیں۔ جبھی تو اسرا اور معراج کے متعلق دو مختلف باب باندھے ہیں فتح الباری جلد ۷ ص۱۵۱ و عینی جلد ۸ ص۵۹ اور دوسرے قول کے متعلق لکھا ہے وقلت فیہ تأمل، کہ صاحب عینی کو اِس میں تأمل ہے چنانچہ فہرست مضامین عینی جلد ۲ میں لکھا ہے الاسراء والمعراج ھل ھما واحد ام لا ولا ترجیح للبخاری بین القولین۔ یعنی نہیں کہا جا سکتا کہ ان دونو قولوں میں سے امام بخاری کے نزدیک کس کو ترجیح ہے اور عینی جلد ۲ ص۲۰۵ میں ہے وظاھر ایرادہ فی احادیث الانبیاء یقتضی ان الاسراء غیر المعراج فانہ ترجم للاسراء ترجمۃ واخرج فیھا حدیثاً گو امام بخاری کا اسرا اور معراج کا الگ الگ باب باندھ کر ان میں الگ الگ احادیث بیان کرنا ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک اسرا اور معراج علیحدہ علیحدہ ہیں اور زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ امام بخاری نے معراج کا ایک نام اسرا بھی رکھا ہے۔ یعنی آسمانوں کی سیر کو علاوہ معراج کے وہ اسرا کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں اور آپ کی اس سیر کو بھی جو صرف بیت المقدس تک ہوئی تھی۔ اسرا ہی کہتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک اسرا اور معراج کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے۔ یا یہ کہ وہ دو دفعہ اسرا کا ہونا مانتے ہیں۔ ایک دفعہ منفرداً یعنی صرف بیت المقدس تک اور دوسری دفعہ مع المعراج یعنی آسمان تک جیسا کہ بعض دیگر علماء کا بھی یہی خیال ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۷ ص۱۵۱

علاوہ ازیں ایک گروہ علماء کا ہمیشہ سے ان کو علیحدہ علیحدہ راتوں میں مانتا چلا آیا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۳۷ وقال بعض المتأخرین کانت قصۃ الاسراء فی لیلۃ والمعراج فی لیلۃ متمسکاً بما ورد فی حدیث انس من روایۃ شریک من ترك ذکر الاسراء وکذا فی ظاھر حدیث مالك بن صعصعۃ کہ بعض متأخرین کا یہ مذہب ہے کہ اسراء شب معراج کے سوا کسی اور رات میں ہوئی ہے۔ اور انہوں نے حضرت انس رضؓ اور حضرت صعصعہ کی حدیثوں سے تمسک کیا ہے (نیز دیکھو عینی جلد ۸ ص۹۷ و شہاب علی الشفاء جلد ۲ ص و حاشیہ مشکوٰۃ ص۵۲۷ اور عینی شرح بخاری جلد ۲ ص۱۹۶ و شہاب علی الشفاء جلد ۲ ص۲۸۶ میں ہے واختلفوا فی المعراج والاسراء ھل کانا فی لیلۃ واحدۃ او فی لیلتین یعنی معراج اور اسرا کے متعلق یہ اختلاف بھی ہے کہ وہ دونو ایک ہی رات میں ہوئے ہیں یا الگ الگ راتوں میں، اور عینی جلد ۸ ص۹۷ پر ہے منھم من ذھب الیٰ ان الاسراء کان فی لیلۃ والمعراج فی لیلۃ کہ بعض علماء اسراء ایک رات میں اور معراج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی دوسری رات میں مانتے ہیں۔

اور پھر جسمانی اسرا اور معراج کے ایک ہی شب میں واقع ہونے سے یہ کیونکر لازم آیا کہ معراج بھی جسمانی تھی۔ کیا اگر کوئی دو کام ایک ہی شب میں واقع ہوں تو محض اس سے ان کی نوعیت و کیفیت میں اتحاد لازم آجاتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں؟ کہ بیت المقدس تک کی سیر تو جسمانی ہو۔ مگر اسی رات آسمانوں کی سیر روحانی یا منامی ہو جائے۔ جیسا کہ بعض علما اسی بات کے قائل ہیں۔ کہ صرف بیت المقدس تک کی سیر بیداری میں ہوئی۔ معراج یعنی آسمانوں کی سیر منامی تھی، خواہ اسی رات ہوئی خواہ کسی اور رات میں۔ ملاحظہ ہو فتح الباری جلد اول صفحہ ۳۱۳۔ وقیل کان الاسراء الی بیت المقدس خاصۃ فی الیقظۃ وکان المعراج مناماً اما فی تلک اللیلۃ او فی غیرھا۔ اسی طرح مولوی عبد الحق صاحب محدّث دہلوی لکھتے ہیں "بعض لوگ معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اور جسم سے فقط بیت المقدس تک جانا مانتے ہیں آگے آسمانوں پر روح کے ساتھ جانا ثابت کرتے ہیں"۔ عقائد الاسلام صفحہ ۸۱۔ اور روح التوشیح علی البخاری صفحہ ۲۵۴ پر ہے او الاسراء یقظۃً والمعراج مناماً کہ بعض اسرا کو بحالت بیداری اور معراج کو منامی مانتے ہیں۔

قولہٗ۔ اس کا کوئی قائل نہیں کہ بیت المقدس تک تو آنحضرت صلعم بجسد العنصری اور بحالت بیداری تشریف لے گئے۔ اور اس کے بعد آسمان پر روحانی یا منامی طور پر تشریف لے گئے۔ جو شاذ و نادر افراد روحانی یا منامی ہونے کے قائل ہیں۔ وہ کل واقعہ روحانی یا منامی کہتے ہیں۔ اور جو جسمانی اور بحالت بیداری ہونیکے قائل ہیں وہ بھی کل واقعہ کو جسمانی ہی کہتے ہیں۔ صفحہ ۳۱

اقول۔ اس کی تغلیط اور تردید اوپر ہو چکی ہے۔

نہ معلوم مولویصاحب نے کس جرأت پر یہ لکھ دیا کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اور تعجب یہ کہ فتح الباری ہی سے یہ خیال نقل کرتے ہیں حالانکہ اس کے حوالے سے اوپر دکھایا چکا ہے کہ بعض لوگ اسرا کو جسمانی اور معراج کو روحانی و منامی مانتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور جگہ لکھا ہے وذھب بعضھم الی ان الاسراء کان فی الیقظۃ والمعراج کان فی المنام او ان الاختلاف فی کونہ یقظۃً او مناماً خاص بالمعراج لا بالاسراء ... فان اللہ سبحانہ قال سبحان الذی اسرای بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ فلو وقع المعراج فی الیقظۃ لکان ذلک ابلغ الذکر فلما لم یقع ذکرہ فی ھذا الموضع مع کون شأنہ اعجب وامرہ اغرب من الاسراء بکثیر دل علی انہ کان مناماً فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۳۷ یعنی بعض علماء اسرا کو بیداری میں اور معراج کو خواب میں مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ آسمان پر بھی بحالت بیداری جاتے تو خدا تعالیٰ اس کا ذکر ضرور کرتا۔ کیونکہ بیت المقدس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تک بحالت بیداری جانے کی نسبت آسمانوں پر اسی حالت میں جانا زیادہ عجیب و غریب امر تھا۔ اور فتح الباری کے نقل کردہ حوالے کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ کوئی یہ نہیں کہتا کہ بیت المقدس پہنچکر آپؐ سو گئے۔ اور پھر وہاں خواب میں آپؐ کو معراج ہوئی۔ گویا جو معراج کو منامی مانتے ہیں وہ بیت المقدس سے واپسی کے بعد معراج کا ہونا تسلیم کرتے ہیں خواہ اسی شب کو ہوئی ہو۔ وبس۔ فلا تناقض فی بیانہ +

ایسا ہی شفا قاضی عیاض میں ہے وقالت طائفۃ کان الاسراء بجسدہ یقظۃ الی بیت المقدس والی السماء بالروح واحتجوا بقولہ سبحان الذی اسرٰی بعبدہ لیلاً الی المسجد الاقصیٰ فجعل المسجد الاقصیٰ غایۃ فوقع التعجب بعظیم القدرۃ والتمدح بتشریف النبی محمدؐ بہ واظہار الکرامۃ لہ بالاسراء الیہ ولو کان الاسراء بجسدہ الیٰ زائد عن المسجد الاقصیٰ لذکرہ فیکون ابلغ فی المدح (ص۱۶۸) کہ علماء کا ایک گروہ بیت المقدس تک اسرا کو جسمانی بحالت بیداری اور آگے آسمان تک کی اسرا کو منامی اور روحانی مانتا ہے (نیز دیکھو عینی جلد ۷ ص۲۲۹ و شہاب علی الشفا جلد ۲ ص۲۹)

علاوہ ازیں مولوی صاحب نے جس قدر دلائل دی ہیں وہ اسرا یعنی مکہؔ سے بیت المقدسؔ تک کی سیر کی ہیں نہ کہ معراج کی (کلمۃ اللہ ص۱۳) چونکہ بعض علماء کے نزدیک دو اسرا ہیں، ایک منفرداً اور دوسری مع المعراج (فتح الباری جلد ۷ ص۱۵۱) اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ مولوی صاحب نے جس اسرا کی دلائل دی ہیں وہ مجرّد اسرا کی ہیں نہ کہ اسرا مع المعراج کی۔ فما الجواب؟

مولوی احمد علی صاحب لاہوری جسمانی معراج کے "عقلی ثبوت" میں لکھتے ہیں:۔ "جب انسانی روحانیت کا سٹیم زیادہ تیز اور طاقتور ہو جاتا ہے تو انسان کو اُٹھا کر آسمان پر لے اڑتا ہے (معراج النبی ص۱) خوب! مولنا! کیا آنحضرت صلعم کی "روحانیت کا سٹیم" نعوذ باللہ کم ہو گیا تھا کہ جلدی واپس آ گئے؟ آپؐ سے تو حضرت عیسیٰؑ ہی کا "سٹیم" زیادہ طاقتور" ثابت ہوا جو اب تک نیچے نہیں آنے دیتا، ہاں تو باقی انبیاءؑ کی "روحانیت کا سٹیم" بالکل گھٹیا تھا کہ وہ ایک آدھ میل تک بھی نہ گئے؟ تُف اِس مولویّت پر اور حیف اِس ایمان پر +

"اہل عقل و اصحابِ فہم" نے دیکھ لیا ہے، کہ باوجود اِس ادعا کے کہ "معراج جسمانی قرآن عزیز اور احادیث صحیحہ و جیدہ" سے ثابت ہے۔ قطعاً قطعاً مولوی صاحب قرآن مجید کی نص یا صحیح حدیث کے کسی متن سے اس کا ثبوت پیش نہیں کر سکے، بلکہ الغریق یتشبث بالحشیش کی ضرب المثل کو تازہ کرتے ہوئے چند عقلی قیاسات سے استدلال کیا تھا، جن کی اصلیت بھی بفضلِ خدا ناظرین پر منکشف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو چکی ہے۔ اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ معراج جسمانی کی تردید میں چند دلائل بھی تحریر کر دی جائیں تاکہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کما حقہ ہو جائے۔ وباللہ التوفیق ؏

معراجِ رُوحانی ومنامی کی دلائل

سب سے اوّل خود سورۃ اسراہی میں اس واقعہ کو صریح الفاظ میں خواب کہا گیا ہے چنانچہ فرمایا وما جعلنا الرءیا[1] التی اریناک الا فتنۃً للناس (ع ۵) بخاری اور دیگر کتب صحاح سے ثابت ہے، بلکہ خود مولوی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ آیت موصوفہ معراج ہی کے متعلق ہے[2] (دیکھو صفحہ ۱۸) نیز "اہلحدیث کا معراج نمبر" ص۹ وابن کثیر جلد ۶ و فتح الباری جلد ۷ ص۱۷۱ اور تفسیر کبیر جلد ۴ ص۲۲۶ وغیرہ میں بھی یہی درج ہے کہ اس سے مراد معراج ہے لاغیر۔

---

۱ "مولوی حکیم محمد عالم صاحب مولوی فاضل زبدۃ الحکماء امرتسری" لکھتے ہیں:۔ "اس مقام پر رؤیا کی جگہ رؤیۃ کا لفظ بھی روایت ہوا ہے دیکھو بخاری مطبوعہ بمبئی ۱۲۶۹ھ جس سے مراد خواب نہیں ہو سکتی" ص (الفقیہ کا معراج نمبر) بھلا حکیم صاحب ۱۲۶۹ھ میں بمبئی میں کونسا مطبع تھا جس میں بخاری چھپا کرتی تھی۔ ہوش کی لیں! (وہ بخاری ۱۲۶۹ھ میں چھپی ہے) لیکن بخاری کے کسی نسخہ میں ایسا لکھا جانا یقیناً کتابت کی غلطی ہے، جس کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید کی قراءتِ مختلفہ مشہورہ متواترہ میں کوئی قراءت "الرؤیا" کی "رؤیۃ" (بالتاء) نہیں ہے وَالْاِخْتَلَافُ بِهَا اِنْ کُنْتَ صادقاً ؏

دوئم:۔ خود بخاری ہی کے قدیم ترین قلمی نسخوں میں الرؤیا (بغیر التاء) ہی درج ہے۔ چنانچہ قاضی سلیمان صاحب پٹیالوی لکھتے ہیں:۔ "میرے پاس ایک پرانی (۱۲۷۰ھ سے قبل کی) قلمی صحیح بخاری ہے اس میں وما جعلنا الرؤیا کو رسم الخط قرآنی کے مطابق لکھا ہے۔" ("اہلحدیث کا معراج نمبر" حاشیہ ص) بلکہ جو بھی پرانی دستی بخاری اُٹھائینگے اس میں اسی طرح لکھا پائینگے، پس یہ کتابت کی غلطی سے لکھا گیا ہے۔ اور اسے پیش کرنا بھی غلطی ہے ؏

سوئم:۔ خود قاضی صاحب مرحوم بھی الرؤیا ہی کو صحیح مانتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:۔ "اور یہی (الرؤیا ہی) صحیح ہے" (ایضاً)

چہارم:۔ اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے (جو قطعاً صحیح نہیں) تو بھی حرج نہیں کیونکہ "رؤیۃ" آنکھوں سے دیکھنے کے معنوں کے علاوہ علم اور رؤیت قلبی میں بھی مستعمل ہے (لسان العرب جلد ۱۹ و اقرب الموارد جلد اوّل) پس یہ لفظ بھی واقعہ معراج کے بجسد العنصری ہونے پر قطعاً دال نہیں۔ منہ

---

۲ "الفقیہ" میں لکھا ہے کہ "کیوں اس رؤیا سے رؤیا فتح مکہ یا رؤیا فتح بدر مراد نہ لی جائے"۔ سو جواباً معروض ہے کہ محققین اور جمہور مفسرین نے اور خود حضرت ابن عباسؓ نے اسے معراج ہی سے متعلق مانا ہے۔ اور مولوی انوار اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔ "احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ یہ آیت معراج ہی کے باب میں نازل ہوئی" (افادہ حصہ دوم ص۱۹) نیز اس لئے کہ یہ دونوں واقعات ہجرت سے کئی سال بعد وقوع پذیر ہوئے تھے، مگر یہ آیت بالاتفاق مکی بلکہ ابتدائے زمانہ بعثت کی نازل شدہ ہے، پس ان واقعات پر کیسے چسپاں ہو سکتی ہے۔ فتدبر۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تحقیق لفظ رؤیا

اور رؤیا کا لفظ عالم خواب کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس میں جسد عنصری حرکت نہیں کرتا۔ چنانچہ مفردات راغب میں جو الفاظ قرآنی کے لئے سب سے ممتاز لغت ہے۔ لکھا ہے:۔ کہ رؤیا وہ ہے جو خواب میں دیکھا جاتا ہے، اور لسان العرب میں ہے الرؤیا ما رأیتہ فی منامک کہ رؤیا کے معنے خواب میں دیکھنے کے ہیں اور شہاب علی الشفا جلد ۳ صفحہ ۲۵۷ پر "رؤیا" کے معنے لکھے ہیں:۔ ما یُری فی المنام من الاحلام مصدر یختص بذلک ویقال فی غیرہ رؤیۃ بالتاء و رأی۔ کہ "رؤیا" خواب میں دیکھنے کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کے سوا میں رؤیۃ یا رأی استعمال ہوتا ہے (مصباح ہر سہ مصدروں کی ذ ی ٰ ہی آتی ہے شہاب علی الشفا جلد ۲ صفحہ ۲۵) چنانچہ قرآن مجید میں ہر جگہ یہ لفظ خواب ہی کے معنوں میں آیا ہے۔ دیکھو آیات ذیل:۔ پ ۱۲ ع ۱۱ و ۱۶۔ پ ۱۳ ع ۵ پ ۲۳ ع ۷۔ پ ۲۶ ع ۱۲۔ بلکہ بعض مقامات میں تو اس کے لغوی معنوں کی طرف صاف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے مثلاً جب حضرت یوسف علیہ السّلام نے کہا۔ اِنّی اَرٰی فی المنام ... الخ کہ میں نے خواب میں دیکھا ... الخ تو حضرت یعقوبؑ نے فرمایا۔ لَا تَقْصُصْ رُؤْیَاکَ اپنی اس خواب کو بیان نہ کرنا یا جب حضرت ابراہیمؑ نے اِنّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ ... الخ کہکر بیٹے ذبح کر دینے کی تیاری کی تو خدا تعالےٰ نے فرمایا۔ وَلَقَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤیَا یَا اِبْرٰھِیمُ اے ابراہیمؑ تو نے اپنی رؤیا کو پورا کر دکھایا۔ اس میں بھی صاف طور پر مناعی دکھا دے کو رؤیا سے تعبیر کیا ہے وغیرہ اور جو لوگ "رؤیا" کا اطلاق رؤیت یعنی ظاہری آنکھوں سے دیکھنے پر جائز سمجھتے ہیں اُن کا فرض ہے کہ کسی مستند اور معتبر کتاب میں اس کا استعمال ثابت کریں۔

سنئے! آپکے ایک "فاضل دیوبندی" لکھتے ہیں الرؤیا یُستعمل فی المنام خاصۃ کہ "رؤیا" خواب میں دیکھنے کے ساتھ مخصوص ہے تسہیل البیان صفحہ ۳۰۴ (مصنفہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی) نیز عکبری علی المتنبی صفحہ ۲۳۶ پر بھی یہی لکھا ہے۔ اور مجمع البحار میں ہے الرؤیا ما یُری فی المنام اور اقرب جلد اوّل میں ہے الرؤیا ما رایتہ فی منامک اور اگر کسی نے اس کے خلاف کہا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے۔ چنانچہ

علامہ حریری اور لفظ رؤیا

امام ابو محمد القاسم ابن علی الحریری نے رؤیا کو بمعنے "رویت فی الیقظہ" استعمال کرنا غلط بتایا ہے اور متنبی کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے جسے

نه وقد انکرہ الحریری تبعاً لغیرہ و قالوا انما یقال رؤیا فی المنام و اما التی فی الیقظۃ فیقال رؤیۃ کہ حریری کے سوا اور بعض سے علماء نے بھی اس استعمال سے انکار کیا ہے اور رؤیا کو خواب ہی سے مخصوص مانا ہے فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۲۷۵۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولوی صاحب نے حاشیہ صفحہ ۳۰ پر نقل کیا ہے اور در اصل متنبی، لغت کے لئے سند اور حجت نہیں ہے، کہ اس کے کلام کو مستند مانا جا سکے، علامہ موصوف لکھتے ہیں:- ویقولون "سررت برؤیا فلانٍ" اشارۃً الی مرآہ فیوھمون فیہ کما وھم ابو الطیبِ فی قولہ لبدر بن عمار وقد سامرہ ذات لیلۃ الی قطع من اللیل۔

مضی اللیل والفضل الذی لك لایمضی ÷ ورؤیاك احلی فی العیون من الغمض

والصحیح ان یقال سررت برؤیتك لان العرب تجعل الرؤیۃ لِما یُریٰ فی الیقظۃ والرؤیا لما یُریٰ فی المنام کما قال سبحانہ اخبارا عن یوسف علیہ السّلام ھذا تأویل رؤیای من قبل (درۃ الغواص فی اوھام الخواص صفحہ ۵۹ و ۶۰)

یعنی لوگ کہتے ہیں "میں فلاں کے رؤیا سے خوش ہوا" اور اس سے اس کا دیکھنا مراد لیتے ہیں۔ لیکن وہ اس محاورے میں غلطی کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابو طیب متنبی شاعر نے اپنے اس قول میں غلطی کی ہے جو بدر بن عمار سے کہا تھا۔ (اور اس نے ایک رات کچھ دیر تک اس سے باتیں کی تھیں) رات تمام ہو چلی ہے۔ مگر تیرے علم و فضل کی داستان تمام نہیں ہوتی اور تیرا دیدار آنکھوں میں اونگھنے سے زیادہ لذیذ ہے۔ صحیح یہ ہے۔ کہ اس محاورے میں رؤیا کی جگہ رؤیت کا لفظ بولا جائے۔ کیونکہ عرب لوگ "رؤیت" کو جاگنے کی حالت میں دیکھنے پر اور "رؤیا" کو خواب دیکھنے کے موقعہ پر استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حکایۃً فرمایا ہے، میری خواب کی یہ تعبیر ہے۔

اور قاضی احمد شہاب الدین خفاجی شارح درۃ الغواص لکھتے ہیں وقال ابن البری الرؤیا وان کانت فی المنام فالعرب استعملتھا فی الیقظۃ کثیرًا[1] فھو مجاز مشھور[2] کقول الراعی

وَمُسْتَنِبحٍ تھوی مساقط رأسہ　　　عَلَی الرحلِ فی طخیاء طمس نجومھا

رفعتُ لہ مشبوبۃً عصفتْ لَھَا　　　صَبًا تزدھیھا مرۃً وتقیمھا

فکبر للرؤیا وھش فؤادہ　　　ولیشر نفسا کان قبل یلومھا

(شرح درۃ الغواص صفحہ ۱۴۲) کہ ابن بری نے کہا:-

---

[1] مثال میں تو صرف یہی ایک قول راعی اور متنبی ہی کا پیش کیا جاتا ہے، پھر یہ استعمال "کثیر" اور "مشہور" کیسے ہوا؟ مولوی صاحب نے لسان سے بھی ابن بری ہی کا قول نقل کیا ہے، جس میں مثال بھی یہی مذکور ہے قال ابن البری وقد جاء الرؤیا فی الیقظۃ قال الراعی.....الخ (کلمۃ اللہ صفحہ ۳) ورنہ خود صاحبِ لسان نے رؤیا کے معنے خواب ہی میں دیکھنے کے کئے ہیں الرؤیا ما رأیتہ فی منامك (لسان جلد ۱۹ صفحہ ۹) منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ رؤیا، اگرچہ خواب کے معنوں میں مخصوص ہے مگر اہل عرب جاگنے کی حالت میں دیکھنے پر بھی بولتے ہیں۔ اور یہ استعمال بطور مجاز مشہور ہے جیساکہ راعی شاعر کا قول ہے۔ "کُتّے کی آواز پر کان لگانے والا مسافر جس کا سر (نیند کی حالت میں) بار بار کجاوے پر گرتا ہے اندھیری رات میں جس کے تارے دھندلے ہیں۔ میں نے اس کے لئے آگ جلائی۔ جس پر مشرق کی ہوا چلی جو کبھی اس کو ہلاتی ہے۔ اور کبھی اس کو بھڑکاتی ہے۔ اس نے اس نظارے کو دیکھ کر تعجب سے اللہ اکبر کہا اور اس کا دل خوش ہوا، اور اس نے اپنے نفس کو خوش خبری دی"

اسی طرح علامہ علی قاری لکھتے ہیں:۔ نَعَمْ الرؤیا ایضاً فی النوم حقیقۃٌ وفی الیقظۃ مجازٌ۔ کہ رؤیا کے حقیقی معنے سوتے میں دیکھنا ہیں اور جاگتے میں دیکھنا، مجازی معنے ہیں (شرح شفاء لعلی قاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۱)

اس تمام بحث سے ثابت ہے۔ کہ حقیقی اور اصلی معنے رؤیا کے خواب ہی میں دیکھنے کے ہیں۔ اور اگر شاذو نادر کسی جگہ رؤیت فی الیقظۃ کے معنوں میں آیا ہو (جسکی مثال میں عموماً راعی اور متنبی ہی کا قول پیش کیا جاتا ہے) تو یہ استعمال مجازی ہوگا، جس کے لئے کوئی، لفظی، عقلی یا حالی قرینہ موجود ہونا ضروری ہے "کیونکہ گو کسی لفظ کے مجازی معنے لینا تو درست ہے، مگر نہ شرعاً عام طور پر اس کی اجازت ہے، نہ لغۃً نہ عرفاً نہ عقلاً بلکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ حقیقی معنے وہاں نہ بن سکتے ہوں اور معنی مجازی پر کوئی قرینہ بھی موجود ہو" (افادۃ الافہام حصہ دوم صفحہ ۲۹۲)۔ اور "راعی" کے شعر میں رؤیا[1] سے رؤیت مراد لینے کے لئے اس کے اوّل اشعار میں قرینہ موجود ہے کہ "مستبیح" نیند میں غرق تھا اور اسی حالت میں اس نے آگ کا شعلہ دیکھا تھا اس لئے "رؤیا" کا استعمال مجازاً رؤیت کے معنوں میں نہایت عمدہ ہے۔ مگر آیت

---

[1] اگر بغور دیکھا جائے تو متنبی اور راعی، ہر دو کے کلام میں رؤیا سے خواب خیالی دیدار اور دکھاوا بھی مراد ہو سکتی ہے چنانچہ متنبی کے شعر کے متعلق لکھا ہے ولھذا قیل حقہ ان یقول لقیاك بدل رؤیاك فھو علی ھذا استعارۃ شبہ بالحلم لاستغرابہ کانہ لا یتیسر لمثلہ حقیقۃ مساعدۃ او ھو مجاز مرسل لوقوع الرؤیا غالباً لیلاً (شرح درۃ الغواص صفحہ ۱۴۲) کہ یہاں رؤیا بطور استعارہ، لقیا (ملاقات) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی اس امر کو عجیب سمجھ کر کہ ایسا صاحب فضیلت آدمی اسے باتیں کرنے کو مل گیا؟ اسکو خواب سے تشبیہ دی ہے یا بطور مجاز مرسل، کہ علی العموم خواب رات ہی کو آیا کرتے ہیں، نیز یہ معنے بھی کیئے ہیں کہ ممدوح کو اس نے دیکھا تو بیداری میں ہے مگر ظاہر یہ کیا ہے کہ اسے خواب میں دیکھنا بھی اونگھ اور نیند سے زیادہ لذیذ ہے ان المتنبی اراد انہ رآہ یقظۃ مع ان رؤیاہ فی النوم الذ من الغمض والنوم (ایضاً) صفحہ ۱۴۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

زیر بحث میں جو لفظ رؤیا کا آیا ہے، اس رویت مراد لینے کے لئے قطعاً کوئی قرینہ موجود نہیں ہے، پس اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ رؤیا کا استعمال رؤیت میں بھی ہوتا ہے، تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ پھر اس اِس امر کا ثبوت دینا ہوگا، کہ آیت میں رؤیا سے مراد رؤیت ہی ہے، مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ ابتدائے سورۃ میں لیلاً کا لفظ مزید قرینہ ہے، کہ یہاں خواب ہی مراد ہے خصوصاً جبکہ قرآن مجید میں ایک مقام پر بھی رؤیا کے معنے رؤیت نہیں آئے، بعض لوگ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روائیت کو بطور قرینہ پیش کرتے ہیں، چنانچہ

حضرت ابن عباسؓ اور "رؤیا عین"

مولوی صاحب حاشیہ صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں:۔ "حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ رؤیا سے خواب کے معنے مراد نہیں بلکہ رؤیا سے رؤیت عینی یعنی مشاہدہ بصری مُراد ہے" اور پھر لکھتے ہیں۔ کہ "حضرت ابن عباس کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۸۸۳ ملاحظہ ہو" (سہو و نسیان اور کتابت کی غلطی کی وجہ سے حضرت اقدسؑ پر جھوٹ کا الزام دینے والو مقام عبرت ہے!!) مگر میرے مہربان مولوی صاحب نے حضرت ابن عباسؓ کے قول پر غور نہیں فرمایا۔ ورنہ وہ رؤیا کے معنے رؤیت عینی یعنی مشاہدہ بصری نہ لکھتے۔ کہ یہ لغت و استعمالِ قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہے۔ دیکھئے روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنۃ للناس قال ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلعم لما اسری بہ الی بیت المقدس یعنی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ رؤیا جو رسول اللہ صلعم کو دکھائی گئی تھی آنکھ کی رؤیا تھی اس میں ایک بلیغ اشارہ ہے، اور وہ یہ ہے، کہ قرآن مجید نے مشاہداتِ معراج کو رؤیا کے لفظ سے تعبیر کیا ہے رؤیا کے معنے عام طور سے خواب کے ہیں۔ جو محض تخیل و تصوّر بھی ہو سکتا ہے، اِس شبہ کو رفع کرنے کے لئے اور رؤیا معراج کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے انہوں نے اس کو "رؤیا عینٍ" کہکر اس کی تفسیر کی یعنی یہ معراج صرف ظاہری حیثیت سے آنکھ کا خواب تھا۔ ورنہ درحقیقت وہ قلب کا مشاہدہ تھا[1] اور اسی حد تک واقعی اور قطعی تھا۔ جس حد تک ان ظاہری آنکھوں کا مشاہدہ ہو سکتا ہے اور اگر وہ مراد ہوتی جو آپنے سمجھی ہے تو الرؤیا کی تفسیر رؤیا عینٍ کے بجائے کہ جسکے معنے بیداری میں دیکھنے کے نہیں ہیں لفظ رؤیۃ عینٍ یا رؤیا فی الیقظۃ یا رؤیۃ فی الیقظۃ کے ساتھ چاہیئے تھی اور ان صاف اور صریح الدلالت الفاظ کو چھوڑنے کی کوئی وجہ نہ تھی فخذ ھذا۔

---

[1] چنانچہ بخاری میں ہے تنام عینہٗ ولا ینام قلبہٗ کہ آپؐ کی آنکھ سوتی تھی، لیکن آپؐ کا قلب نہیں سوتا تھا۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نیز اگر لفظ "عین" کی قید رؤیا سے رؤیت فی الیقظۃ مراد لینے پر ایسی ہی صاف اور واضح تھی، تو پھر باوجود اس روایت کے ... موجود ہونے کے سلف و خلف صالحین میں اس بارے میں اختلاف کیوں ہوتا یعنی کیوں ایک گروہ معراج کے روحانی اور منامی ہونے پر اعتقاد ظاہر کرتا۔ فتدبّر ؛

علاوہ ازیں "عین" کے معنے لغت میں "حقیقۃ الشیٔ" کے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے العین عند العرب حقیقۃ الشیٔ یقال جاء بالامر من عین صافیہ ای من فصہ وحقیقتہ وجاء بالحق بعینہ ای خالصًا واضحًا یعنی اہل عرب کے نزدیک "عین" کا لفظ کسی چیز کی حقیقت پر بولا جاتا ہے، چنانچہ بولتے ہیں کہ "وہ اس کام کو عین صافی سے لایا" یعنی اس کام کی اصلیت اور حقیقت سے اور یہ کہ وہ "حق کو بعینہٖ لایا" یعنی خالص اور واضح حق کو لایا۔ پس "عین" کے ان معنوں کے لحاظ سے "رؤیا عین" کے معنے ہونگے۔ رؤیا حقیقۃ لان رؤیا الانبیاء حق ووحیٌ یعنی یہ کہ "رویا" کے ساتھ "عین" کی قید لگا کر حضرت ابن عباسؓ نے اس امر کی تاکید کی ہے کہ آپؐ کا یہ خواب کوئی وہم و خیال یا محض تخیل (واضغاث احلام[1]) میں سے نہیں بلکہ جو کچھ آپؐ نے دیکھا وہ ایک امر واقعی اور حق تھا۔ چنانچہ اس کی تائید و تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ صحابہؓ میں اختلاف ہوا ہے، کہ ھل رَئی ربہ تلک اللیلۃ ام لا کیا آنحضرت صلعم نے معراج کی رات خدا تعالیٰ کو دیکھا تھا یا نہیں فصح عن ابن عباس انہ رئی ربہ وصح عنہ انہ قال رآہ بفوادہٖ تو حضرت ابن عباس کا مذہب یہ تھا کہ آپؐ نے خدا تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا تھا (زاد المعاد جلد اول صفحہ ۳۰۰)

پس اس سے یہ دلیل نکلتی ہے کہ "عین" سے حضرت ابن عباسؓ کی مراد "آنکھ" نہیں ہے۔ علاوہ ازیں آنکھ ظاہری کے سوا ایک اور بھی آنکھ ہوتی ہے، جسے باطنی آنکھ سے تعبیر کرتے ہیں کما فی قولہ تعالیٰ ولھم اعین لَا یُبْصِرُوْنَ بِھَا۔ (اعراف ع ۲۲) ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی (بنی اسرائیل) وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ، پس اگر حضرت ابن عباسؓ کی مراد یہاں پر اسی آنکھ باطنی سے ہو تو کونسا محال لازم آتا ہے، گویا وہ یہ بتانا چاہتے ہیں، کہ وہ کوئی محض خواب نہ تھی بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشفی نظارہ تھا، پس اسے بطور نص بلکہ بطور قرینہ بھی پیش کرنا باطل ٹھیرا۔

(۲) ماکذب الفؤاد ما رئی کہکر صاف فرما دیا کہ جو کچھ دیکھا تھا دل نے دیکھا تھا۔ اور دل کا دیکھنا

---

[1] جیسا کہ حضرت یوسفؑ کی رؤیا کو معبرین نے "اضغاث احلام" میں سے کہدیا تھا اس لئے حضرت ابن عباسؓ نے رؤیا کے ساتھ "عین" کی قید لگا کر اس وہم کا ازالہ کر دیا۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان آنکھوں سے نہیں ہوتا حالانکہ اگر یہ جسد جاتا تو چاہیئے تھا۔ کہ ان آنکھوں سے دیکھنے کا ذکر ہوتا۔ یہاں ماذاغ البصر سے دھوکا نہ کھائیں۔ کہ بصر اس قوت مدرکہ کو بھی کہتے ہیں۔ جو دل میں ہوتی ہے۔ جس کا دوسرا نام بصیرت بھی ہے، یہاں وہی بصیرت یعنی قلبی آنکھ مراد ہے، کیونکہ اوپر کی آیات سے ظاہر ہے کہ جن باتوں کا یہاں ذکر ہے، وہ بصیرت ہی سے تعلق رکھتی ہیں، نیز بصر کی بجائے البصر فرمانا یہ بھی دل کی آنکھ ہونے کی طرف اشارہ ہے +

(۳) فاوحٰی الیٰ عبدہٖ ما اوحٰی اگر معراج میں قرب جسمانی تھا تو وحی کی کیا ضرورت تھی مکالمہ بالمشافہ انسب تھا + (۴) آیت قل سبحان ربی ھل کنتُ الا بشراً رسولاً ہ سے کسی بشر کا آسمان پر جانا منافی بشریت اور قانون قدرت و سُنّت اللہ کے خلاف ہے، اسکے متعلق مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔ کہ اس سے کسی "بشر کا جسم عنصری کے ساتھ نہ آسمان پر جانا مستبعد ہے اور نہ سُنّت اللہ کے خلاف ہے" (ص) کیونکہ یہ جواب ان کے کئی مطالبات کا ہے نہ صرف آسمان پر جانے کا، اور وہ تمام ممکن بلکہ یقینی الوقوع ہیں لیکن افسوس کہ اعراض عن الحق کے نتیجہ میں "تدبر فی الآیات" کی قوت بھی سلب ہو گئی ورنہ بات بالکل واضح ہے کہ جس ہیئت مخصوصہ اور جس طرز و طریق پر ان کا مطالبہ تھا اس طرح ان میں سے ایک بھی ممکن نہیں، کیونکہ وہ ان باتوں کا فی الفور، آن واحد، اور چشم زدن میں ظہور پذیر ہو جانا طلب کرتے تھے (نہ یہ کہ خواہ کبھی آپؐ کا گھر سونے کا بنجائے یا کسی جگہ آپؐ کو باغ مل جائے، تو ہم ایمان لے آئینگے) یعنی ادھر آپؐ کہدیں، اور ادھر وہ چیز موجود ہو جائے لیکن ایسا کرنا یقیناً خدا کی سُنّت قدیمہ، عادت ازلیہ اور قوانین جاریہ کے صریح خلاف تھا اس لئے فرمایا قل سبحان ربی کہ خدا کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ برخلاف اپنی عادت و سنّت کے ایسا کرے اور برخلاف آیت یؤمنون بالغیب ایمانیات سے بالکل پردہ اٹھادے، اور ان کو نصف النّہار کی طرح ظاہر کردے، اور وہ اس سے بھی پاک ہے کہ اس کا کوئی جسم ہو، کہ انسان آسمان پر چڑھ کر اُس تک پہنچ سکے، نیز کفّار کا مطالبہ کرنا اور اسکے پورا ہونے پر ایمان لانیکا وعدہ کرنا ہی بتاتا ہے کہ خدا دنیا میں اس قسم کے معجزات نہیں دکھایا کرتا، کیونکہ کبھی بھی کفار نے ممکن الوقوع اور سُنّت الٰہیہ میں داخل معجزات کا مطالبہ نہیں کیا، ورنہ اس کے ظہور پر ایمان لانے پر آمادگی ظاہر نہ کرینگے، پھر اگر شب معراج آپؐ آسمان پر گئے ہوتے تو اس کا حوالہ دیکر انہیں ملزم گردانا جاتا اور اس کا ثبوت دیکر ایمان لانیکا مطالبہ کیا جاتا، لیکن برخلاف اسکے جواب ملا تو یہ، کہ میں تو بشر ہونیکی وجہ سے ان باتوں کو ظاہر کرنے پر قادر نہیں ہوں، اور خدا تعالیٰ گو قادر تو ہے، مگر دار الابتلا میں ایسے امور کا ظہور اسکی سُنّت کے خلاف ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اپنی اٹل سُنّت کو بدل ڈالے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاہ

(۵) الم نجعل الارض کفاتاً احیاءً و امواتاً (۶) قال فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ولکم فی الارض مستقر وغیرہ آیات سے ظاہر وباہر ہے کہ انسان آسمان پر نہیں جایا کرتے، اور کہ یہ خدا کا وعدہ ہے کہ وہ زمین ہی پر رہیں گے۔ فتدبّر÷ (۸) صحیحین میں بروایت حضرت انس رضؓ صاف لکھا ہے فیما یریٰ قلبہ وتنام عینہ ولا ینام قلبہ کہ آپؐ کو معراج اس حالت میں ہوئی کہ آپؐ کا دل دیکھتا تھا اور آپؐ کی آنکھ سوتی تھی، مگر آپؐ کا دل نہیں سوتا تھا۔ اور اس کے بعد تمام واقعات معراج بیان کر کے آخر میں حضرت انس رضؓ کا یہ فقرہ روایت کیا ہے فَاستیقظ وھو فی المسجد الحرام کہ پھر آپؐ جاگ اُٹھے اور آپؐ مسجد حرام میں تھے، اس سے صاف عیاں ہے کہ یہ خواب کا واقعہ تھا ÷ (۹) بخاری (ذکر الملائکہ) اور مسلم (باب الاسرا) میں ہے کہ حضرت مالک بن صعصعہ آنحضرت صلعم کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے معراج کا واقعہ دہراتے ہوئے فرمایا بینا انا عند البیت بین النائم والیقظان کہ میں کعبہ کے پاس خواب و بیداری یعنی مکاشفہ کی حالت میں تھا اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا بینما انا فی الحطیم مضطجعا اس اثنا میں کہ میں مقام حطیم میں لیٹا ہؤا تھا۔ اس کے بعد ان روائیتوں میں معراج کے تمام واقعات مذکور ہیں بیچ اور آخر میں کہیں بیداری کا کچھ ذکر نہیں، اور اگر بیداری ہی میں تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس کا جسمانی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اہل دل جانتے ہیں، کہ مکاشفات حالت بیداری ہی میں (جبکہ حواس خمسہ بھی اپنا کام کر رہے ہوتے ہیں) ہؤا کرتے ہیں، اور یہی معنے ہیں اس قول کے وقیل قد جاء الرؤیا فی الیقظۃ کہ کبھی کبھی رؤیا بیداری میں بھی ہو جاتی ہے۔ فتدبّر÷ (۱۰) ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ یعنی حق تعالیٰ آپؐ سے قریب ہو گئے، اور اتنے قریب ہوئے کہ آپؐ میں اور ربّ العزت میں دو قوسین بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ تھا (ص۱۵) یا ”دنی کی ضمیر آنحضرت صلعم کی طرف راجع ہے اور مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے ربّ سے قریب ہوئے فرق لفظی ہے، مطلب اور مآل دونو صورتوں میں ایک ہی ہے“ (ص۱۶) اب اگر یہ قُرب جسمانی یعنی جسد عنصری کے ساتھ تھا تو ماننا پڑیگا کہ خدا تعالیٰ مقیّد فی المکان مجسم اور محدود بالجہات ہےؔ کیونکہ کسی چیز کی طرف قرب جسمانی و حسّی تبھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ متصف بایں صفات ہو والّا فلا۔ اور ظاہر ہے کہ ذات باری تعالیٰ ان عیوب و نقائص سے پاک اور بلند تر ہے فتعالی اللہ عمّا یصفون۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ ÷ (۱۱) چنانچہ سورۃ اسراء میں اسی قسم کے خیالات باطلہ کا استیصال کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ کی صفت سبحان کے ساتھ اس واقعہ کی ابتدا کی گئی ہے۔ کہ وہ جہت مکان وغیرہ سے بالکل منزّہ اور پاک ہے۔ دیکھنا! کہیں یہ خیال نہ کر بیٹھنا کہ یہ واقعہ بحالت بیداری مع الجسد ہؤا تھا۔ مگر سچ ہے یضل بہ کثیرا وّ یھدی بہ کثیرا۔ (۱۲) نیز لکھا ہے۔ فرج سقف بیتی (بخاری و مسلم۔ مشکوٰۃ ص۵۲۹) کہ فرشتہ چھت پھاڑ کر آپؐ کے پاس آیا تھا۔ مگر ظاہر ہے۔ کہ ملائکہ کو آنیکے

ؔ یہ بھی ماننا ہوگا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلعم اس واقعہ سے قبل اور بعد خدا تعالیٰ سے دُور رہے ثم نعوذ باللہ من ذالک۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لئے چھت پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، اور نہ چھت اُن کے آنے میں روک ہو سکتی ہے، نیز وہ پھٹی ہوئی
چھت صبح کو دیکھی بھی نہ گئی، ہاں بحالتِ کشف اس سے بھی عجیب تر واقعات دیکھے جا سکتے ہیں (۱۳) فوت شدہ
لوگوں کی ملاقات اور ان کے ساتھ گفتگو و نماز وغیرہ زندہ شخص کے لئے بحالتِ بیداری جسدِ عنصری کے ساتھ ہرگز
ممکن نہیں، والدلیل علیٰ من انکر۔ مگر آنحضرت صلعم سے تمام فوت شدہ انبیاءؑ کی ملاقات ہوئی۔ اور انہوں نے
آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ جو زبردست قرینہ ہے اس کے سیر روحانی ہونے پر۔ (۱۴) یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ
"آپؐ کا سینہ مبارک آبِ زمزم سے دھو کر پاک کیا گیا" اس سے مراد اگر ظاہری قلب ہے تو وہ تو ایک مضغۂ گوشت
ہے۔ اس کو ظاہری پانی وغیرہ سے دھو کر پاک کرنے کا کیا مطلب؟ اور کیا فائدہ؟ "قلب مطہر" سے مراد باطنی قلب
ہوتا ہے، نہ یہ مضغۂ لحم۔ اور دل کی پاکی و صفائی سے مراد اندرونی و باطنی پاکی ہوتی ہے، نہ خارجی و ظاہری
(آیت ان المشرکین نجس میں غور کریں) اور قلبی طہارت کے موجبات باطنی اور روحانی ہوا کرتے ہیں نہ کہ
ظاہری پانی فافہم۔ (۱۵) ثم ملئ ایماناً وحکمۃً۔ کہ آپؐ کا قلب چیر کر، اس کو ایمان اور حکمت سے
بھر اگیا۔ اب بتائیے! کیا ایمان و حکمت کو قلب میں داخل کرنے کے لئے اس کا چیرنا ضروری ہے؟ کیا مومنوں
کے دلوں کو چیر کر ان میں ایمان داخل کیا جاتا ہے؟ (ولما یدخل الایمان فی قلوبکم الآیۃ)
(۱۶) ایک سونے کا طشت لایا گیا۔ جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اہل بصیرت غور کریں کہ کیا ایمان اور حکمت
کوئی مجسم یا مادی اور سیال چیز ہے جس کو برتن میں لانے کی ضرورت پڑی؟ یا وہ کوئی ذی جسم و ذی مقدار ہے،
کہ اس سے طشت بھر گیا؟ (سنہری برتنوں کا تو استعمال بھی شرعاً ممنوع ہے) فتفکروا یا اولی الابصار
(۱۷) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آپؐ نے دو دریا باطنی اور دو ظاہری دیکھے۔ اما الظاہران فالنیل والفرات
(بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۵۲۷)
اب فرمائیے۔ کہ نیل اور فرات آسمان پر ہیں یا زمین پر، اگر زمین پر ہیں اور یقیناً ہیں۔ تو اُن کو خاکی جسم کے ساتھ آسمان پر
سدرۃ المنتہیٰ کے پاس کیسے دیکھا؟ (ناظرین! باطن اور ظاہر کی کیفیت پر بھی غور فرمائیں) (۱۸) آپؐ نے
دوزخ بھی دیکھا جس میں لوگ بھی جل رہے تھے، حالانکہ مسلّم ہے کہ دوزخ آسمان پر نہیں پھر وہاں کیونکر نظر آ گیا؟
(۱۹) ربطتہ بالحلقۃ التی تربط بہا الانبیاء (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۵۲۸) فرمایا کہ میں نے بیت المقدس
میں آ کر براق کو وہاں باندھ دیا جہاں نبی اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے، بھلا بتائیے تو! وہ کونسی جگہ ہے، جہاں سب
نبی اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ (یہاں عالمِ رؤیا کا معاملہ اور ہے) (۲۰) آپؐ کے سامنے دودھ اور شراب کے دو پیالے
پیش کئے گئے، تو آپؐ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا، اس پر حضرت جبرائیل نے کہا کہ آپؐ نے فطرت (اسلام) کو اختیار کیا اگر
شراب کا پیالہ اٹھاتے، تو آپؐ کی تمام امت گمراہ ہو جاتی، اس میں گویا فطرت کو دودھ اور ضلالت کو شراب کے رنگ میں
مشاہدہ کرایا گیا ہے، کیا اب بھی بیداری کا واقعہ کہیں گے، پس مشاہداتِ معراج میں سے بعض کی تعبیر و تاویل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا ذکر اس کے رؤیا ہونے پر صریح قرینہ ہے ؛ (۲۱) جب کفّار نے بیت المقدس کی بعض علامتیں دریافت کیں تو رسول اللہ صلعم وہاں نہیں گئے تا کہ اُسکو دیکھ آئیں ۔ بلکہ بیت المقدس تمثیلاً آپ کے سامنے لایا گیا ، اور آپؐ وہاں سے دیکھ دیکھ کر انکو جواب دیتے رہے ۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۳۰)
اس سے صاف ظاہر ہے کہ تمام واقعہ دراصل اسی نوع کا تھا ۔ (۲۲) جب رسول اللہ صلعم آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے وجہ رونے کی پوچھی تو کہا ۔ ابکی لان غلاماً بعث بعدی یدخل الجنۃ من اُمتہ اکثر ممن یدخلھا من اُمتی (مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۷) اور ایک روایت میں ہے لوکان ھذا وحدہ ھان علیّ ولکن معہ اُمتہ و فی روایۃ ھو یرفع صوتہ فیقول اکرمتہ وفضلتہ فقال جبرئیل ھذا موسیٰ قلت ومن یعاتب قال یعاتب ربہ فیک قلت ویرفع صوتہ علیٰ ربہ قال ان اللہ قد عرف لہ حدتہ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۴۵)
اس لئے روتا ہوں کہ اس لڑکے کی اُمّت جو میرے بعد مبعوث ہُوا ، میری اُمّت سے زیادہ جنّت میں داخل ہو گی ، کیا ایک نبی کیلئے بجائے خوش ہونیکے رونا اور چلاّنا موزوں تھا ؟ ہاں خواب کی بات اور ہے ، (۲۳) معراج میں نماز کے متعلق بار بار مراجعت کا ہونا ۔ اسکے جسمانی ہونیکے صریح مخالف ہے ، کیونکہ خود ہی فرمایا لایُبدل لدی القول ۔ (۲۴) سب ارواح کا پہلے آسمان پر دیکھنا (بخاری و مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۹) صاف بتاتا ہے کہ یہ کشف تھا ورنہ ارواح کفّار تو سجین میں رہتی ہیں (لاتفتّح لھم ابواب السماء ۔ والحدیث الصحیح ان ارواح الکفار فی سجین) اور ارواح صالحین اعلیٰ علیین میں ۔ (وارواح الصالحین فی علیین) (۲۵) آپؐ جنّت میں داخل ہوئے اور پھر اُسے دیکھ کر واپس آگئے حالانکہ قرآن میں ہے وما ھم منھا بمخرجین کہ جو جنّت میں داخل ہو گیا وہ اُس سے باہر نہیں نکالا جائیگا ، پس یہ جنّت کا نظارہ ایک کشفی نظارہ تھا ؛ (۲۶) اسمع فیہ صریف الاقلام (بخاری و مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۹) قلموں کی آواز بھی اسی پر دلالت کرتی ہے ۔ ورنہ جو امور اللہ تعالیٰ کے حضور لکھے جاتے ہیں ، وہ ہمارے جیسے قلم اور دوات سے نہیں لکھے جاتے ؛
(۲۷) مشاہدات معراج کا اسی زمین پر بحالت کشف یا رؤیا دیکھنا ثابت ہے ، مثلاً (۱) بیت المقدس :۔ جب کفّار نے آپؐ سے بیت المقدس کے حالات دریافت کیئے ، تو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو (کشفی حالت میں) آپؐ کے سامنے کر دیا ، اور آپؐ نے اُن کو سب کچھ بتا دیا ؛ (۲) جنّت و دوزخ :۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نماز کسوف پڑھا رہے تھے ، کہ اسی حالت میں اسی جگہ جنّت و دوزخ آپؐ کے سامنے لائے گئے اور آپؐ نے اُن کو دیکھا ، لقد جیئ بالنار ثم جیئ بالجنۃ (مسلم باب الکسوف) انی رأیتُ الجنۃ و رأیتُ النار (بخاری) (۳) اللہ تعالیٰ :۔ احمد اور ترمذی کی روایت میں جسے حدیث صحیح کہا گیا ہے معاذ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلعم نے فرمایا کہ میں رات کے وقت اُٹھا اور نماز پڑھی تب ناگہاں میں نے اپنے ربّ کو احسن صورت میں دیکھا (ترمذی تفسیر سورۃ صٓ و مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۴۳) (۴) دخول فی الجنّت :۔ بینما انا نائم رأیتنی فی الجنۃ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۹) کہ میں سو گیا تو اپنے آپکو جنّت میں دیکھا ۔ الخ اطلعت فی الجنۃ واطلعت فی النار (بخاری صفۃ الجنۃ)
(۵) دجال کو دیکھنا :۔ اُسکو طواف کرتے خواب میں بھی دیکھا ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۶) (۶) جبرئیل و سواری دیکھنا :۔ ان النبی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صلعم قال یوم بدر، ھذا جبرائیل آخذ برأس فرسہ (رواہ بخاری مشکوٰۃ ص۵۳۱) کہ بدر کے دن جبرائیل کو دیکھا، اور بھی کئی روایتوں سے زمین ہی پر دیکھنا ثابت ہے ۔ (۷) جبرائیل کا ہاتھ پکڑنا۔ قال رسول اللہ صلعم اتانی جبرئیل فاخذ بیدی فارانی باب الجنۃ (ابوداؤد مشکوٰۃ ص۵۵۵) کہ جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنّت کا دروازہ دکھایا جس سے میری اُمّت داخل ہوگی)۔ (۸) جائے ہجرت (مدینہ) دیکھنا۔ رأیتُ فی المنام انی اھاجر من مکۃ الی ارض بھا نخل (بخاری و مسلم) افادہ حصّہ دوم ص۲۲۶ یعنی یہ بھی خواب میں دکھائی گئی۔ تو جب ان سب چیزوں کو مکہ یا مدینہ میں دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ یہ نظارے اسی زمین پر دکھا دیا کرتا ہے۔ نقل مکان کی ضرورت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ کسی انسان کو اُٹھا کر لیجائے اور جنّت دکھادے، اور یہ بھی قدرت ہے کہ جنّت کو منگا کر لائے یہاں تک کہ کسی انسان کو دکھادے، دونوں صورتوں میں قدرت میں کوئی فرق نہیں، اور نہ اس سے قدرت میں فرق آتا ہے کہ ایک چیز اپنی جگہ پر بھی ہو، اور اللہ تعالیٰ اُس کا تمثل دوسری جگہ بھی دکھادے ۔ (۲۸) ترمذی میں ہے کہ براق کو [illegible] باندھ دیا گیا [illegible] آخر کیوں باندھا۔ حالانکہ وہ عالم الغیب والشہادت سے (۲۹) آپ جنّت میں داخل ہوئے تو آگے آگے کسی کے چلنے کی آہٹ آرہی تھی، دیکھا تو وہ بلالؓ ہیں۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ ص۵۶۳ وقد تقدم الخادم علی المخدوم) کیا حضرت بلالؓ بھی جسد عنصری کے ساتھ جنّت کی سیر کر رہے تھے؟ (۳۰) حضرت ابوبکرؓ بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہر آسمان پر جارہے تھے (تاریخ الخلفاء ص۳۹) کیا اِس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ سیر روحانی تھی؟ (۳۱) آنحضرت صلعم کا سینہ مبارک چیرا گیا، یہ کیا جسمانی ہو سکتا ہے؟ (غور کن در الم نشرح لک صدرک)

(۳۲) اس واقعہ کی جو کیفیت و نوعیت احادیث میں بیان کی گئی ہے وہ عقلاً خواب یا کشف ہی سے متعلق ہو سکتی ہے پس اس قسم کے واقعہ کا بیداری میں جسد عنصری کے ساتھ ہونا خلاف عقل ہے (افادہ حصّہ دوم ص۱۹۵) اور چونکہ ان "خلاف عقل" امور کو ظاہری پر حمل کرنے کیلئے کوئی نص شرعی نہیں ہے، اس لئے تسلیم کرنا پڑیگا، کہ یہ کشفی اور روحانی معاملہ تھا ۔

مِرْاٰۃُ المعراج

اب جبکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی، کہ یہ سیر جسدِ عنصری کے ساتھ ہرگز نہ تھا، بلکہ روحانی سیر تھا، تو مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ مختصراً اُن مقامات عالیہ و ترقیات غیر متناہیہ کا بیان کروں، کہ جن کی طرف اس اسرائے روحانی میں اشارہ تھا اور اس معراج نبویؐ میں سے کچھ ذکر کروں، جس کی بلندی تک انسانی وہم و تصوّر کو بھی رسائی نہیں ۔

سو جاننا چاہیئے، کہ مکّہ سے بیت المقدس تک کی سیر میں آپکے نبی القبلتین ہونے کی طرف اشارہ تھا، اور یہ وہ شان تھی جس کا سوائے حقیقت محمدیہ کے اور کوئی مستحق نہ تھا، اور اس کے ساتھ ہی شجرہ ابراہیمیؑ کی دو شاخوں (بنی اسمٰعیل و بنی اسرائیل) کو ایک ہی چشمہ سے سیراب کرنیکا اعلان تھا، جو تمام انبیاءؑ کی محفل میں کیا گیا اور انہیں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کی اقتداء میں نماز ادا کرکے اس پر مُہر تصدیق ثبت کر دی ۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔

پھر سمٰوات سبعہ بلکہ عرش عظیم تک کی سیر میں یہ سمجھایا کہ آپؐ کا نورِ نبوت انتہاءِ کمالات کو پہنچ گیا، اور آنحضرتؐ جمیع کمالات نبوت و مدارج روحانیہ کے وارث و مالک ہو گئے، علو اور بلند مرتبگی کے انتہائی مقام پر پہنچ گئے، اور آپؐ کے کمالات عملی و علمی اس انتہاءِ علو کو پہنچے، کہ جس سے آگے ترقی ممکن نہیں، پس علم و عمل دونوں کے لحاظ سے آپؐ کی وہ تکمیل کی گئی جس سے آگے انسان کی تکمیل نہیں ہو سکتی ۔ (اور اسی مقام کی طرف آیت خاتم النبیین میں اشارہ ہے) گویا جس طرح خدا اپنی شانِ اُلوہیت میں واحدہٗ لاشریک ہے۔ اسی طرح مقامِ محمدیت بھی ایسا منفرد و یکتا ہے کہ نہ وہاں جبرائیل پہنچ سکا نہ انبیاء میں سے کوئی ۔ اور سکہ شاہی پر بغیر شرکت غیرے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابدالآباد کے لئے کندہ کر دیا گیا ۔ جب مقام اُلوہیت سے متصل مقام عبودیت یعنی مقام قاب قوسین او ادنیٰ پر شانِ محمدیت جلوہ گر ہوئی تو اس کو ایک نہایت ہی پیارا لقب یعنی عبدہٗ عطا کیا گیا ۔ پس معراج کیا ہے تصویری یا تمثیلی زبان میں آپؐ کے کمالات غیر متناہیہ کا نقشہ اور کہ آپؐ اس بلند ترین مقام پر پہنچے ہوئے ہیں جہاں کوئی دوسرا انسان یا فرشتہ نہیں پہنچا ۔ نیز یہ کہ اب ہر ایک روحانی فیض اور نعمت کا حصول آپؐ ہی کے دامن کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے ۔ فذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم ۔

مشاہداتِ معراج کی تعبیر

اور جب ہم اس مکاشفے کی لغت یعنی علم التعبیر کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس سے بھی معراجِ نبوی میں عروجِ اسلام اور اس کی فتوحات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے ۔ چنانچہ (۱) رؤیت جبرائیل سے مراد تعبد، علم، تعلیم الاسرار، نقل مکان، جہاد، نصرت علی الاعداء اور علوم شریعت سے مطلع ہونا وغیرہ ہے ۔ رؤیتہ تدل علی التعبد او العلم ۔ وعلی تعلیم الاسرار ۔ لا ربابہا ۔ وربما دلت رؤیتہ علی النقل والحرکات ۔ والجہاد ۔ والنصر علی الاعداء ۔ وتدل رؤیتہ علی الاطلاع علی العلوم الشریعۃ وغیرہا (تعطیر الانام جلد اول)

(۲) سینے کا کُھل جانا ۔ انسان کے دین اور تقویٰ کی زیادتی پر دال ہے (منتخب الکلام فی تفسیر الاحلام جلد ۲)

(۳) طست کی نسبت لکھا ہے ۔ الطست عزٌ ورفعۃ ورزقٌ ومالٌ یعنی عزت ۔ بلندیٔ مرتبہ ۔ رزق اور مال تعبیر ہے ۔

(۴) دل کے نکالنے کے متعلق لکھا ہے ۔ من رأی انہ قلبہ خرج من بطنہ حسن دینہ ۔ کہ اس میں حسن دین کی طرف اشارہ ہے ۔

(۵) رؤیت بیت المقدس :۔ من رأی انہ فی البیت المقدس فانہ یکون صاحب دیانۃ وامانۃ ۔ کہ جو شخص اپنے آپ کو بیت المقدس میں دیکھے تو وہ صاحب دیانت و امانت ہوگا (کتاب الاشارات جلد ۲)

(۶) صعود الی السماء :۔ من رأی انہ صاعد الی السماء فانہ ینال رفعۃ ۔ کہ آسمان پر چڑھنے سے مراد رفعت اور بلندی کو حاصل کرنا ہے ۔ ومن رأی انہ فی السماء الرابعۃ نال ملکاً وسلطنۃً

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وھیبۃً۔ یعنی چوتھے آسمان پر جانے سے مراد یہ ہے۔ کہ ملک سلطنت ہیبت۔ اور رُعب ملیگا۔ اور اگر کوئی دیکھے کہ وہ چھٹے آسمان پر ہے۔ تو اسکو علم فقہ۔ و قضاء۔ اور زہد و عبادت حرمت ہوگی۔ نیز وہ حازم فی الامور یعنی مدبّر ہوگا۔ (تعطیر الانام جلد اوّل) اسی طرح انبیاءؑ کی رؤیت سے مراد بھی مختلف مدارج کا حصول اور ترقیات و فتوحات کا ملنا لکھا ہے۔ (دیکھو کتب التعبیر)

شہادات السلف

عنوان بالا کے ماتحت مولوی صاحب نے قاضی عیاض کے بیان کے مطابق چند سلف صالحین کی شہادتیں معراج کے جسمانی ہونے پر درج کی ہیں۔ جن میں سے حضرت ابن عباسؓ۔ جابرؓ۔ انسؓ۔ حذیفہؓ۔ عمرؓ۔ ابوہریرہؓ۔ مالکؓ بن صعصعہؓ۔ ابن مسعودؓ۔ ابن زیدؓ تو صحابی ہیں اور باقی تابعی و تبع تابعی وغیرہ ہیں۔ لیکن محض قاضی صاحب کے بیان پر ان اصحاب کا یہ مذہب قرار دیدینا۔ صحیح نہیں۔ جب کہ اسکے لئے کوئی قابل حجّت سند درج نہیں کی بلکہ یہ بھی نہیں بتایا کہ انہوں نے یہ استنباط کہاں سے کیا ہے۔ کہ انکا یہی مذہب تھا۔ پس اسکے لئے کوئی لائق وثوق سند چاہیئے۔ کیونکہ بغیر سند کے کوئی قول کیونکر مانا جاسکتا ہے۔ اور عجیب تر یہ بات ہے کہ ان میں سے بعض معراج منامی اور روحانی کے قائل ہیں مثلاً حضرت انس بن مالکؓ حضرت مالک بن صعصعہؓ اور حضرت قتادہؓ وغیرہ کیونکہ ان کی احادیث سے کہ جو بخاری اور مسلم میں مذکور ہیں صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ معراج کے وقت آنحضرت صلعم سوتے تھے۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:۔ فیما یرٰی قلبہ وتنام عینہ ولاینام قلبہ (بخاری) کہ آپؐ کو معراج ایسی حالت میں ہوئی کہ آپؐ کا دل دیکھتا تھا۔ آنکھیں سوتی تھیں

مثلہ حضرت انس کی روایت پر بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ اس میں قبل از بعثت معراج کا ہونا لکھا ہے۔ لیکن اوّل تو قَبْلَ اَنْ یُّوْحٰی میں "قَبْل" کی جگہ بعد یا "یوحیٰ" کی جگہ "یھاجر" قابل معافی سہو ہے جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے (دیکھو شرح حدیث ہذا و افادہ حصّہ دوم صفحہ ۲۲) دوسرے اس میں دو الگ الگ واقعات کا ذکر ہے ایک وہ جو قبل بعثت پیش آیا۔ جس میں صرف ملائکہ آئے اور دیکھ کر چلے گئے۔ معراج نہیں ہوئی۔ سو اس واقعہ کو "قبل ان یوحیٰ" کہا گیا ہے۔ اور آگے دوسرا واقعہ مذکور ہے جس میں معراج کا ذکر ہے جسکی ابتدائی حالت "فیما یرٰی قلبہ وتنام عینہ" بتائی اور سارا واقعہ معراج بیان کرکے فرمایا "فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام" چنانچہ علامہ خفاجی لکھتے ہیں:۔ یان "قبل" متعلق بجاءہ فیحتمل ان مجیئھم بعد ذالک بسنین لا بلیالی فلا خطأ فیہ (شرح الشفاء للخفاجی جلد ۲ صفحہ ۲۶۵) اور عینی جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۶ میں لکھا ہے فیحمل علی ان المجیئ الثانی کان بعد الوحی الیہ، کہ اس میں ملائکہ کا دو دفعہ آنا بیان ہوا ہے ایک دفعہ قبل از بعثت دوسری دفعہ بعد از بعثت فلا خطأ فیہ۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مگر دل نہیں سوتا تھا۔ اور اسی حدیث کے آخر میں یہ لفظ ہیں فاستیقظ وھو فی المسجد الحرام کہ تمام واقعات معراج کے بعد آپؐ بیدار ہو گئے (حضرت انس کی اس روائیت کے متعلق علامہ خفاجی لکھتے ہیں کہ یہ معراج کے منامی ہونے پر دلالت کرتی ہے ھو یدل انه کان مناماً (شرح شفاء جلد ۲ صفحہ ۲۸۵) کیا ایسی صراحت کے ہوتے ہوئے بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت انس معراج جسمانی کے قائل تھے۔ حضرت مالک بن صعصعہ کی حدیث میں ہے۔ بینا انا عند البیت بین النائم والیقظان یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں سوتے اور جاگنے کے درمیان تھا کہ مجھے معراج ہوئی ان کی ایک اور حدیث میں ہے بینما انا فی الحطیم وربما قال فی الحجر مضطجعاً کہ آپؐ نے فرمایا میں مقام حطیم یا حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ مجھے معراج ہوئی۔ اس سے حضرت مالک کا مذہب صاف عیاں ہو رہا ہے۔ اور چونکہ مذکورہ احادیث کے راویوں میں حضرت قتادہ بھی ایک راوی ہیں، اس لئے ان کا مذہب بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ معراج کشفی اور منامی تھی اور باقی صحابہؓ میں سے (جن کا نام مولوی صاحب نے درج کیا ہے) ایک بھی ایسا نہیں کہ اسکی کسی صحیح روایت میں یہ مذکور ہو کہ آپؐ کو بحالت بیداری جسمانی معراج ہوئی تھی ٭

معلوم ہوتا ہے کہ قاضی عیاض نے تمام ان صحابہؓ کا نام جن سے احادیث معراج مروی ہیں جسمانی معراج کے قائلین کی فہرست میں داخل کر لیا ہے۔ محض اس بنا پر کہ قاضی صاحب کے نزدیک ان احادیث سے معراج جسمانی ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ بعض میں تو صریحاً ذکر ہے کہ معراج کے وقت آپؐ سو رہے تھے۔ اور بیداری کا تو کسی ایک حدیث میں ذکر نہیں ٭

علاوہ ازیں فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول کے مطابق صرف اللہ اور اسکے رسول ہی کا قول شرعاً حجت ہے۔ نہ کسی اور کا۔ وان کان صحابیا ٭

بنا بریں کچھ ضرورت نہ تھی کہ قائلین معراج روحانی کے نام لکھے جاتے کیونکہ جب قرآن و حدیث سے معراج کا روحانی اور کشفی ہونا ثابت ہو گیا۔ تو پھر کسی اور سند کی حاجت نہیں۔ لیکن محض مولوی صاحب کی تسلی کیلئے ذیل میں سلف و خلف صالحین میں سے چند اصحاب کے نام درج کیئے جاتے ہیں:-

تین صحابہ کا نام تو اوپر گذر چکا ہے اور بعض دیگر صلحاء و علماء کا مذہب بھی فتح الباری وغیرہ سے نقل ہو چکا ہے ان کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب بھی معراج روحانی کے قائل تھے۔ حضرت معاویہؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت حذیفہؓ حضرت حسنؓ۔ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت امام ابن قیم وغیرہم۔ چنانچہ تفسیر کشاف میں ہے واختلف فی انه کان فی الیقظة ام فی المنام فعن عائشة انها قالت واللہ ما فُقِدَ جسدُ رسول اللہ صلعم ولکن عرج بروحه وعن معاویة انما عرج بروحه وعن الحسن کان فی المنام رؤیا رآہ نیز زاد المعاد جلد اوّل صفحہ ۳۰۰ میں ہے وقد نقل ابن اسحاق عن عائشة ومعاویة انهما قالا انما کان الاسراء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بروحہ ولم یفقد جسدہٗ ونقل عن الحسن البصری نحو ذٰلک اور تفسیر کبیر میں ہے عن حذیفۃ انہ قال ذالک رؤیا وانہ ما فقد جسد رسول اللّٰہ صلعم وانما اسری بروحہ وحکی ھذا القول ایضاً عن عایشۃ وعن معاویۃ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۷۶) اور سیرت ابن ہشام وتفسیر ابن جریر میں ہے قال ابن اسحاق حدثنی بعض آل ابی بکر ان عایشۃ کانت تقول ما فقد جسد رسول اللّٰہ صلعم ولکن اللّٰہ اسریٰ بروحہ قال ابن اسحاق وحدثنی یعقوب بن عتبۃ بن المغیرۃ بن الاخنس ان معاویۃ کان اذا سئل عن مسری رسول اللّٰہ صلعم قال کانت رؤیا من اللّٰہ صادقۃ فلم ینکر ذالک من قولھما لقول الحسن ان ھٰذہ الآیۃ نزلت فی ذالک قولہ عزوجل وما جعلنا الرؤیا الخ ولقول اللّٰہ عزوجل اذ قال لابنہ یا بنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فی المنام ثم مضی علی ذالک فعرفت ان الوحی من اللّٰہ یاتی الانبیاء ایقاظا ونیاماً۔ قال ابن اسحاق فکان رسول اللّٰہ فیما بلغنی یقول تنام عینی وقلبی یقظان فاللّٰہ اعلم ای ذالک کان قد جاءہٗ وعاین فیہ ما عاین من امر اللّٰہ علی ای حالیہ کان نائماً او یقظاناً کل ذالک حق وصدق) (ابن جریر جلد ۱۵ صفحہ ۱۳ وسیرت ابن ہشام جلد ۱ مطبوعہ لنڈن صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶) مذکورہ تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت حسنؓ معراج جسمانی کے قائل نہ تھے بلکہ روحانی مانتے تھے، اور چونکہ ان روایتوں میں یعقوب ابن عتبہ، حمید، سلمہ اور ابن اسحاق وغیرہ راوی ہیں، اس لئے ان کا مذہب بھی یہی معلوم ہوتا ہے (ورنہ انکے خلاف ان کا مذہب ثابت کیا جائے) اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:۔ کل ذالک بجسدہٖ صلعم فی الیقظۃ ولکن ذالک موطن ھو برزخ بین المثال والشھادۃ جامع لاحکامھما فظھر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیۃ اجساداً ولذالک بان لکل واقعۃ من تلک الوقائع تعبیر وقد ظھر لحزقیل وموسیٰ وغیرھما نحو تلک الوقائع وکذالک لاولیاء الامۃ (حجۃ اللّٰہ البالغہ) کہ آپؐ کو معراج جسم کے ساتھ بیداری میں ہوئی، مگر عالم برزخ بین المثال والشہادۃ میں نہ کہ عالم ظاہری میں، اسی لئے واقعات معراج میں سے ہر واقعہ کی تعبیر ظاہر ہوئی، اور اسی قسم کے واقعات حضرت حزقیل وحضرت موسیٰؑ وغیرہ اور اولیائے اُمّت کے لئے ظاہر ہوئے ہیں (معراج کو "خصیصۂ آنحضرتؐ" کہنے والو! غور کرو!![۵]) بعد ازاں شاہ صاحب نے مشاہداتِ معراج میں سے ہر ایک کی تعبیر بیان کی ہے (دیکھو باب الاسراء) اور حافظ ابن قیم بھی معراج بالجسد العنصری

---

[۵] نیز آنحضرت صلعم کی اس حدیث میں غور کرو اُعطیتُ خمساً لم یُعطھن احد قبلی (رواہ البخاری والمسلم) فُضِّلتُ علی الانبیاء بِسِتٍّ (رواہ مسلم ومشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲) کہ مجھے پانچ یا چھ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں، جن میں معراج کا ذکر نہیں کیا۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں ملتے دیکھو زاد المعاد جلد اول صہ اور تذکرۃ السالوک صہ۱۰۲ (مطبع العلوم مراد آباد مصنفہ مولوی نجم الغنی خاں صاحب رامپوری) میں لکھا ہے:۔ کہ معراج روحانی بیدنِ مثالی ہوئی تھی۔ اور شفاء قاضی عیاض میں ہے ثم اختلف السلف والعلماء هل كان اسراء بروحه او جسده فذهبت طائفة الى انه اسراءً بالروح وانه رؤيا۔ یعنی اسراء کے روحانی یا جسمانی ہونے میں اختلاف ہے سو ایک گروہ صحابہؓ، تابعین اور بعد کے علماء کا اسراء کے روحانی اور مناحی ہونے کا قائل ہے۔ (شرح شفاء از علی قاری جلد اول صہ۲۰۴ و شہاب علی الشفاء جلد ۲ صہ۲۸۷ اور تفسیر خازن جلد ۴ صہ۱۱۰ پر بھی حضرت حذیفہؓ۔ عائشہؓ۔ معاویہؓ کا۔ اور افادہ حصہ دوم صہ۲۴۲ پر حضرت معاویہؓ کا یہی مذہب لکھا ہے ؎

حدیث حضرت عائشہ

مولوی صاحب نے صہ۳۶ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث میں مَا فَقَدْتُّ بصیغہء متکلم درج کیا ہے مگر صحیح مَا فُقِدَ (بصیغہ مجہول) ہے جیسا کہ اوپر کے حوالجات میں مذکور ہوا علاوہ ازیں عینی شرح بخاری میں بھی مَا فُقِدَ (بغیرت) ہے، جلد ۷ صہ۲۲۹) اور شرح شفاء لعلی القاری جلد اول صہ۲۰۴ میں بھی صاف لکھا ہے، وروى عنها مَا فُقِدَ (بصيغة المجهول) وهو اظهر في الاحتجاج المنقول بلکہ خود شفا قاضی میں بھی ایک جگہ اسی طرح درج ہے (شہاب علی الشفاء جلد ۲ صہ۳۰۴) پھر اسی جلد صہ پر ہے وفی نسخة مَا فُقِدَ وفی رواية لم يُفْقَد مجهول ايضاً قال التلمسانى وهى الاشبه بالصواب فهو اخبار منها عن غيرها کہ تلمسانی نے اسی کو درست کہا ہے اور تفسیر ابن کثیر جلد ۶ صہ۱۸ ابن جریر جلد ۱۵ صہ۱۳ ترجمان القرآن جلد ۷ صہ۲۴ و خازن جلد ۴ صہ۱۱۰ "المحدث کا معراج نمبر" صہ۱۶ "الفقیہ کا معراج نمبر" صہ۲۴ و ۶۵۔ معراج النبی صہ۸ اور تفسیر معالم التنزیل میں بھی مَا فُقِدَ ہی درج ہے، بلکہ "ابن تیمیہ خدا" (مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی) بھی مَا فُقِدَ جسمہٗ ہی لکھتے ہیں۔ دفع العجاج صہ۲۸ نیز صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں "جسم مبارک غائب نہیں ہوا روحانی اسراء ہوئی"۔ (مولوی مرتضیٰ حسن نے حدیث عائشہؓ کی صحت سے انکار نہیں کیا، صرف دور از کار تاویلیں کر کے اصل حقیقت چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے)

پس یہ اعتراض کہ "مکہ معظمہ میں معراج کے وقت (حضرت عائشہؓ) یا تو پیدا ہی نہ ہوئی تھیں یا اس قدر بچی تھیں کہ ان باتوں کا ہوش ہی نہ تھا۔ (پس وہ مکہ معظمہ کی رات کے قصہ کی نسبت کیسے فرما سکتی ہیں کہ آپ کا جسم مبارک موجود تھا یا غائب"۔ (دفع العجاج صہ۲۸) قابل التفات نہیں ہے، کیونکہ مَا فُقِدَ (بصیغہء مجہول) کہنا صرف عینی شہادت ہی پر محمول نہیں ہو سکتا، بلکہ سماع کی صورت میں بھی یہ کہنا صحیح اور درست ہے چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں فاذا لم تشاهد ذالك عائشة دل على انها حدثت عن غيرها من الصحابة فحديثها من مرسلات الصحابة فهو صحيح ايضاً

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کما علیہ المحد ثون (للخفاجی) کہ حضرت عائشہؓ نے خود نہیں دیکھا تو ضرور ہے کہ انہوں نے کسی اور سے روایت کی ہے (علامہ خفاجی شارح شفا کہتے ہیں) وہ صحابی ہی ہو سکتا ہے، پس یہ حدیث مرسلاتِ صحابہؓ میں سے ہے جو وہ بھی صحیح ہے، جیسا کہ محدثین کا مذہب ہے (شہاب علی الشفاء جلد ۲ ص۳۰۵) بلکہ اس سے حضرت عائشہؓ کے سوا ایک اور صحابیؓ کا عقیدہ بھی یہی ثابت ہوا، نیز ما فقدت میں بھی اگر قال لی فلان وغیرہ محذوف سمجھا جائے تو بھی کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں بعض مدینہ ہی میں معراج کے قائل ہیں۔ فلا اعتراض ؛

اور چونکہ ان کے قول کی تائید و تصدیق قرآن مجید و احادیث صحیحہ اور عقل سے بھی ہوتی ہے، اس لئے محض اس خیال سے کہ اس کے ایک راوی کا نام لینے کے بجائے "بعض آل ابی بکر" کہدیا گیا ہے اسے رد نہیں کیا جا سکتا ؛

اور مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ "حضرت عائشہؓ کا رؤیت بصری سے انکار کر دینا اس امر کی قوی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک تمام واقعہ جسد عنصری کے ساتھ ہوا ہے" (ص۳۶) سخت کمزور اور بودا ہے، کیونکہ بخاری کی وہ حدیث جس میں ان کا رؤیت باری سے انکار مذکور ہے، اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ وہ خواب میں خدا کو دیکھنے کی قائل تھیں، اور نہ اس میں آنکھ سے بحالت بیداری دیکھنے یا خواب میں دیکھنے کی کوئی تفریق ہے[1]، پس جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے، کہ وہ خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے کی قائل تھیں، اس وقت تک محض مطلق رؤیت کے انکار سے قیاس کرنا باطل ہے، بلکہ اس سے اگر یہ استدلال کیا جائے، کہ چونکہ ان کے نزدیک معراج جسمانی نہ تھی، اس لئے انہوں نے رؤیت باری سے انکار کیا ہے تو بالکل صحیح ہوگا، چنانچہ بعض نے اس سے یہی سمجھا ہے (افادہ حصہ دوم ص۲۴۷)

قولہٗ:- اگر تعدد معراج کا قول اختیار کر لیا جائے تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں رہتا ص۳۷

اقول:- یہ قول محققین کے نزدیک قطعاً مردود اور باطل ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں، کہ جو متعدد معراج مانتا ہے، اس نے سخت ٹھوکر کھائی اور لغو کام کیا فقد ابعد واغرب وھرب الی غیر مھرب ولم یتحصل علی مطلب، (ابن کثیر جلد ۶ ص۱۴۲) اور زاد المعاد میں اس قول کو باطل اور خبط محض لکھا ہے، نیز علامہ زرقانی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے (شرح مواہب جلد ۱ ص۳۵۵)

---

[1] بلکہ حضرت عباسؓ کا رؤیت بالقلب (وفی روایۃ رؤیۃ منام) کی تصریح کرنا اور حضرت عائشہؓ کا انکار بصر ہونا تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ رؤیت بصری اور رؤیت قلبی دونوں سے منکر تھیں (واللہ اعلم) منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی لکھتے ہیں: "علماء میں سے بعض تعدد معراج کے قائل ہوئے ہیں... مگر حافظ ابن کثیر نے جو بڑے محقق ہیں، اپنی تفسیر میں لکھدیا ہے کہ تعدد معراج کا قول بے سند ہے اور احادیث صحیحہ کے مفہوم سے بھی مخالف ہے،" "اہلِ حدیث کا معراج نمبر" ص۳

قولہٗ:- اگر معراج کو متعدد نہ مانا جائے اور حدیث عائشہ کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تب بھی مرزا صاحب کا مدعا نہیں حاصل ہوتا۔ (ص۳۷)

اقول: "امکان رفع جسمانی" تو آپ ثابت کر رہے ہیں، پھر اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مدعا سے کیا تعلق؟ مگر سنئے! حضرت اقدس علیہ السلام کا مدعا یہ ہے کہ کوئی جسم خاکی آسمان پر نہیں جا سکتا، اب بتائیے! اس میں اِس کے خلاف کیا دلیل ہے؟

قولہٗ:- اس لئے کہ جو لوگ معراج روحانی کے قائل ہوئے ہیں، ان کی یہ مراد ہے کہ روح جسد اطہر سے منفصل ہو کر گئی۔۔ الخ (ص۳۷)

اقول:- "معراج روحانی" کی یہ تفسیر کس نے کی ہے، اُس کا نام تو لیا ہوتا؟ سُنئے! علامہ خفاجی لکھتے ہیں:- انھم فسروا العروج الروحانی بالمنام۔ کہ وہ "معراج روحانی" کو "معراج منامی" سے موسوم کرتے ہیں، بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ معراج الروح کے معنے بھی منامی معراج کے ہیں "بالروح یعنی مناما" (شہاب علی الشفاء جلد ۲ ص۲۹) مولوی مرتضیٰ حسن لکھتے ہیں:- "وہ قول عائشہؓ) کسی منامی معراج کی نسبت ہے نہ اس اسراء اور معراج کی جس کا ذکر سبحان الذی میں ہے (دفع العجاج ص۴)

اقول:- ہاں صاحب! منامی معراج ہی کا ذکر ہے، مگر "کسی" اور کا نہیں، بلکہ اسی کا جو زیر بحث ہے، سُنئے! "مولوی حکیم محمد عالم صاحب مولوی فاضل، زبدۃ الحکماء" فرماتے ہیں:- "یہ جواب بھی مشکوک ہے کیونکہ قول عائشہؓ میں لیلۃ الاسراء موجود ہے جو بشہادت قرآن و حدیث وہی جسمانی معراج ہے جو اسوقت زیر بحث ہے اور اسی کے متعلق قول عائشہؓ معلوم ہوتا ہے" "الفقیہ کا معراج نمبر" ص۱۶، حدیث حضرت عائشہؓ کے ایک یہ معنے بھی کیئے گئے ہیں "کہ آپؐ کا جسد اطہر روح مبارک سے علیحدہ نہیں ہوا بلکہ دونو ساتھ ساتھ رہے،" (کلمۃ اللہ ص۳۶) مگر اہل علم کے نزدیک یہ مفہوم سراسر فاسد ہے کیونکہ "فقد" کا یہ استعمال ثابت نہیں کیا گیا، روایت کے الفاظ یہ ہیں: ما فقد جسد النبی صلعم ولکن اللہ اسرای بروحہ کہ آپؐ کا جسد مبارک غائب نہ ہوا تھا، ہاں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی روح کو سیر کرائی تھی (معراج النبی ص۳ و کلمۃ اللہ ص۳۶)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھلا اس سے مذکورہ مفہوم کیسے نکل سکتا ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مسئلہ معراج

جیسا کہ خود مولوی صاحب نے چشمۂ معرفت سے نقل کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس امر سے ہرگز انکار نہیں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی انسان کو آسمان پر لے جانے پر قادر ہے بلکہ ہمارا یقین اور علی وجہ البصیرت ایمان ہے کہ "خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے" الخ (چشمۂ معرفت) ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں اور اس کے اپنے جاری کردہ اور بیان کردہ قانون میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، کہ کبھی کوئی انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ گیا ہو۔ پس ہمیں اس کے وقوع سے انکار ہے نہ کہ خدا کے اس پر قادر ہونے سے۔ وَالْفَرْقُ بَیِّنٌ؂

اور اگر محض یہ اقرار کر لینے سے کہ فلاں امر خدا کی قدرت میں داخل ہے یعنی یہ کہ وہ اس کے لئے درجہ امکان میں ہے اس کے وقوع پر بھی ایمان لازمی اور ضروری ہوتا ہے تو پھر مولنا! بہت دشواری ہوگی۔ کیا میں آپ کو یاد دلاؤں کہ "دیوبندی علماء" خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن اور جائز سمجھتے ہیں۔ اگر یاد نہ ہو تو اپنے "شیخ الحدیث" (مولوی محمود حسن انجہانی) کی کتاب "جہد المقل" پڑھ لیں اب کیا یہ کہنا بھی جائز ہوگا کہ "دیوبندی علماء کا یہ ایمان ہے کہ خدا (نعوذ باللہ) جھوٹ بولتا ہے، ہاں آپ کے نزدیک تو جائز بلکہ واجب ہوگا۔

ایک اور حوالہ ازالہ اوہام سے نقل کیا ہے کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ مانتے ہیں کہ ایلیاء نبی مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ مولوی صاحب! کیا خدا یاد نہیں رہا۔ کہ اسقدر بہتان اس قدر افتراء اور جھوٹ سے بھی نہیں شرماتے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ لا تقربوا الصلوٰۃ پڑھنا اور وانتم سکٰرٰی ترک کر دینا یہودیانہ خصلت ہے۔ فاتق اللہ۔ سُنئے! وہ پوری عبارت یوں ہے:۔

"یہودیوں کو حضرت یحییٰؑ کے قبول کرنے کے بارے میں جو مشکلات پیش آئے تھے اتنے بڑے مشکلات ہمارے

؂ پس مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی ادریس کا "فلسفیانہ" واویلا اور لایعنی سوالات کرنا قطعاً بے حقیقت ہے کیونکہ ہمیں خدا کی قدرت سے انکار نہیں اور نہ ہمارا انکار مدار فلسفہ پر ہے بلکہ خدا کی عادت و سنّت کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس امر کے وقوع سے انکار ہے اور خدا اور اسکے رسولؐ کے فرمودہ پر اس مسئلہ کی بنیاد ہے ہاں سچا اور حقیقی فلسفہ در اصل، خدا کی کتاب کے خلاف نہیں بلکہ مؤید اور اس کا خادم ہے، یہ منکرین کی محض نادانی ہے کہ وہ ایسا سمجھ بیٹھے ہیں انشاء اللہ کسی آیندہ اشاعت میں اس کی کسی قدر وضاحت کی جائے گی و باللہ التوفیق۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھائی مسلمانوں کو ہرگز پیش نہیں آئے۔ کیونکہ سلاطین ۲ باب ۲ میں صاف طور پر لکھا ہوا اب تک موجود ہے کہ ایلیا بیج جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اُٹھایا گیا اور چادر اسکی زمین پر گر پڑی"۔ (ازالہ اوہام ص۱۱۲)

کیا کوئی بھی بھلا آدمی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ نے یہ اپنا عقیدہ لکھا ہے جبکہ وہ اس سے اوپر ہی یہ بھی لکھا پاتے کہ "اگر (یہودی) اس ظاہر پرستی بازآ کر سلاطین اور ملاکی کی عبارتوں کو استعارات و مجازات پر حمل کر لیتے تو آج دنیا میں ایک بھی یہودی نظر نہ آتا۔۔۔ صحیفہ سلاطین اور ملاکی میں ایلیا نبی کے دوبارہ آنے سے درحقیقت مراد یہی تھی۔ کہ ظلی اور مثالی وجود کے ساتھ پھر ایلیا دنیا میں آئیگا۔ جس سے مراد حضرت یحییٰ کا آنا تھا۔۔۔ لیکن یہودیوں نے اپنی بدقسمتی اور بے سعادتی کی وجہ سے ان روحانی معنوں کی طرف رُخ نہ کیا اور ظاہر پرستی میں پھنستے رہے"

اور یہ کہ قریباً تمام صحابہؓ کا اجماع معراج کے جسمانی ہونے پر تھا یہ بھی اُن مسلمات خصم ہے۔ نہ کہ حضرت اقدسؑ کا اپنا عقیدہ، یعنی چونکہ علماء اپنی کتب وغیرہ میں یہ تصریح کرتے آئے ہیں، کہ بعض صحابہؓ (مثل حضرت معاویہؓ و حضرت عائشہؓ وغیرہ) معراج روحانی و منامی کے قائل تھے کما تقدم ذکرہ، چنانچہ خود مولوی انوار اللہ صاحب بھی لکھتے ہیں:۔ "تقریباً تمام صحابہؓ معراج جسمانی کے قائل تھے مگر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی بات پر ہے کہ معراج خواب میں ہوا تھا، جیسا کہ شفا میں لکھا ہے"۔ (افادہ حصہ دوم ص۲۴۲) اس لئے حضرت اقدس علیہ السلام نے مخالفین کے سامنے یہ بات پیش کی، کہ باوجود حضرت عائشہؓ وغیرہ کے اجماع کے (جسے تم اجماع مانتے ہو) خلاف ہونے کے کسی نے بھی ان پر کفر و الحاد کا فتویٰ نہیں دیا، پس بفرض محال اگر مسیحؑ کے جسمانی نزول پر اجماع بھی فرض کر لیا جائے تو بھی میرا اس سے خلاف کرنا کفر اور الحاد نہیں ہو سکتا (دیکھو ازالہ اوہام ص۱۱۹ و ۱۲۱ وغیرہ)، چنانچہ ازالہ ص۱۲ میں لکھا ہے، "اور مولویصاحب (مولوی محمد حسین بٹالوی) کو معلوم ہوگا، کہ برخلاف اجماع صحابہؓ حضرت عائشہؓ ۔۔۔۔ الخ" جس سے ظاہر ہے کہ یہ مولویوں ہی کا عقیدہ ان کے سامنے پیش کیا ہے،

پھر حضورؑ نے جسمانی معراج کو مسیحؑ کا آسمان پر چڑھنے کا ہمشکل بتا کر معراج روحانی کے قائل صحابہؓ کو مسئلہ وفات مسیحؑ میں اپنا ہم مذہب قرار دیا ہے (ازالہ ص۱۲) لیکن اس سے جسمانی معراج کے قائلین کا صعود المسیح الی السماء کا قائل ہونا بھی لازم آتا ہے، حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی متعدد کتب میں مدلل و مبرہن طریق پر بیان کر چکے ہیں، کہ وفات مسیحؑ پر تمام صحابہؓ کا اجماع تھا (دیکھو ازالہ اوہام۔ تحفہ غزنویہ۔ تحفہ گولڑویہ وغیرہ) پھر اسی کتاب ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں کہ "میں نے کوئی ایسے اجنبی معنے (قرآن مجید کے۔ ناقل) نہیں کیئے جو مخالف ان معنوں کے ہوں جنپر صحابہ کرامؓ اور تابعین اور تبع تابعین کا اجماع ہو" (ص۱۳۴) حالانکہ اگر فی الواقع جسمانی معراج پر صحابہؓ کا اجماع تھا تو پھر تو آیات الاسراء کے معنوں میں حضورؑ نے انکا خلاف کیا ہے۔ فتدبّر +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس امر واقعی یہی ہے کہ یہاں حضرتؒ نے اپنا عقیدہ نہیں لکھا، بلکہ خود مخالفین کا ایک عقیدہ پیش کر کے اس سے اپنے علی الحق ہونے پر استدلال کیا ہے۔ و نیز علاوہ ازیں اجماع کی تعریف و حقیقت اور اسکی شرائط و انواع اور حجیت و عدم حجیت وغیرہ امور بھی قابل غور ہیں (دیکھو مسلم الثبوت۔ توضیح و دیگر کتب اصول فقہا ائمہ اربعہ) ان میں صاف لکھا ہے کہ اگر ایک بھی مخالف ہو تو اجماع متحقق نہ ہوگا۔ خلاف الواحد مانع اور یہاں پر لفظ اجماع اصولیوں کے اصطلاحی اجماع کے معنوں میں مستعمل نہیں ہے۔ فتفکر +

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ دربارۂ معراج

آخر پر مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ دربارۂ معراج حضورؑ ہی کے الفاظ میں درج کردوں وھو ھذا:-

(۱) "سیر معراج اس جسم کثیف (عنصری و خاکی۔ ناقل) کے ساتھ نہیں تھا، بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجے کا کشف تھا جسکو درحقیقت بیداری کہنا چاہیئے۔ ایسے کشف کی حالتمیں انسان ایک نوری جسم کے ساتھ حسب استعداد نفس ناطقہ اپنے کے آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے، پس چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ کی اعلیٰ درجہ کی استعداد تھی، اور انتہائی نقطہ تک پہنچی ہوئی تھی اسلیئے وہ اپنی معراجی سیر میں معمورۂ عالم کے انتہائی نقطہ تک جو عرش عظیم سے تعبیر کیا جاتا ہے، پہنچ گئے، سو درحقیقت یہ سیر کشفی تھا جو بیداری سے اشد درجہ پر مشابہ ہے، بلکہ ایک قسم کی بیداری ہی ہے، میں اسکا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور نہ کشف کے ادنیٰ درجوں میں سے اسکو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف کا بزرگ ترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ اور اجلیٰ ہوتی ہے۔" (ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۲)

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تھی، مگر اسمیں جو بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف ایک معمولی خواب تھا، سو یہ عقیدہ غلط ہے اور جن لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ معراج میں آنحضرتؐ اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے سو یہ عقیدہ بھی غلط ہے بلکہ اصل بات اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ معراج کشفی رنگ میں ایک نورانی وجود کے ساتھ ہوئی تھی، وہ ایک وجود تھا، مگر نورانی، اور ایک بیداری تھی مگر کشفی اور نورانی[۱] جسکو اس دنیا کے لوگ نہیں سمجھ سکتے، مگر وہی جن پر وہ کیفیت طاری ہوئی ہو (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۲ صفحہ ۴ ۱۹۰۶ء)

(۳) بیشک ہم بھی مانتے ہیں کہ آپ جسم کے ساتھ گئے تھے، بیداری بھی تھی اور جسم بھی تھا مگر وہ ایک اعلیٰ درجے کی کشفی حالت تھی، اس دلیل کے واسطے بخاری کو دیکھو کہ یہ سارا واقعہ لکھنے کے بعد لکھا ہوگا کہ ثم استیقظ بھلا اسکے کیا معنے؟... استیقظ سے یہ مراد نہیں کہ آپ نے خواب دیکھا تھا بلکہ ایک قسم کی بیداری تھی[۳] اور اس میں یہ بھی شعور تھا کہ مع جسم گئے، یہ ایک خدا کا تصرف ہوتا ہے کہ غیبوبیت حس نہیں ہوتی، اور یہ ایک نکتہ ہے،

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ فرماتے ہیں: "میرا ایمان ہے کہ معراج بیقظہ میں ہوا[۲]، ایسے یقظہ میں، جسکے سامنے ہماری بیداری بمنزلہ خواب کے ہے" (از درس حضرت خلیفۃ المسیح اوّل علیہ السلام)

نوٹ (خاکسار تاج الدین لائلپوری مولوی فاضل از قادیان)

---

[۱] الحکم جلد ۷ نمبر ۱۲ صفحہ ۱ میں چھپا ہے کہ کشف کیا ہے، اسی بیداری کے ساتھ کسی اور عالم میں تداخل ہو جاتا ہے اسمیں حواس کے معطل ہونیکی ضرورت نہیں دنیا کی بیداری بھی ہوتی ہے اور ایک عالم غیبوبیت بھی ہوتا ہے یعنی حالت بیداری ہوتی ہے اور اسرار غیبی بھی نظر آتے ہیں۔ (تقریر حضرت اقدس) منہ

[۲] پس تمام ایسی روایات، جن میں آنحضرت صلعم کا مع جسم یا بحالت بیداری یہ سیر کرنا لکھا ہو ہمارے خلاف پیش نہیں کیجا سکتیں ہاں کوئی ایسی حدیث پیش کرو کہ جسمیں آنحضورؐ کا بجسدہ العنصری جانا لکھا ہو۔ منہ

[۳] چنانچہ مولوی وحید الزمان صاحب بھی لکھتے ہیں "پیغمبروں کا خواب بھی بیداری کا حکم رکھتا ہے" (تیسیر الباری پ ۱۳ صفحہ ۹) منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گوشوارہ بقایا و فاضلہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقوم بقایا		
۱	بیت المال	۴	۳	۴۷۱۵۲
۲	طبع و اشاعت	۹	۵	۱۵۳
۳	بورڈران ہائی	۹	۱۳	۷۸۰
۴	بورڈران احمدیہ	۰	۸	۱۸
۵	مقبرہ بہشتی	۳	۱۵	۵۵۸۲۱
۶	قرضہ	۰	۰	۱۷۱۵۸
۷	منارہ	۰	۰	۱۳۴۳
۸	پراویڈنٹ فنڈ	۸	۹	۲۷۴۸
۹	ترقی اسلام	۳	۸	۴۹
۱۰	بک ڈپو	۶	۰	۱۷۹
	میزان	۶	۰	۱۲۵۴۰۵

نمبر شمار	نام صیغہ جات	رقوم فاضلہ		
۱	بقایا نقد و پیشگی	۶	۱۰	۲۶۴۶۳
۲	جائیداد	۹	۸	۵۹۸
۳	ایجنسی	۰	۰	۴۸۵۰
۴	تعمیر	۹	۹	۷۱۱
۵	ناظر اعلیٰ	۳	۵	۳۱۰۱
۶	قضاء	۰	۱۲	۶۷
۷	افتاء	۰	۰	۱۵
۸	پرائیویٹ سکرٹری	۰	۱۴	۲۵۵۵
۹	محاسب	۳	۲	۳۳۲۵
۱۰	ہسپتال	۰	۱	۱۲۱۲
۱۱	دعوت و تبلیغ	۳	۵	۲۳۰۰۴
۱۲	ہائی سکول	۰	۱	۷۹۱۸
۱۳	صدقات	۹	۱۰	۳۶۹۸
۱۴	گرلز سکول	۳	۱۴	۲۲۸۶
۱۵	مدرسہ احمدیہ	۹	۳	۵۸۲۸
۱۶	جامعہ احمدیہ	۳	۱	۳۴۸۱
۱۷	احمدیہ ہوسٹل	۰	۱۰	۱۳۰۱
۱۸	امور عامہ	۹	۳	۳۰۴۵
۱۹	ضیافت	۶	۱۵	۱۶۶۸۲
۲۰	تعلیم و تربیت	۹	۱	۲۵۹۴
۲۱	تالیف و تصنیف	۰	۷	۴۲۳۳
۲۲	امور خارجیہ	۶	۸	۲۰۲۹
۲۳	خلافت	۰	۰	۴۲۸۵
۲۴	تجارت	۳	۴	۲۱۱۴
	میزان	۶	۰	۱۲۵۴۰۵

مرزا محمد شفیع
محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان

(۱) الفضل کا خاتم النبیین نمبر

۲۶ اکتوبر کا خاتم النبیینؐ نمبر الفضل کا نہایت شاندار نکلا ہے
ہے۔ ایک سے زیادہ مضامین حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ
ہیں۔ مولانا شیر علی صاحب کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج
مطہرات کے متعلق نہایت اعلیٰ ہے۔ باوجود مختصر ہونے کے
جامع ہے اور اعتراضات کا بھی مکمل و تسلی بخش جواب ہے۔ قیمت ۱/۲

(۲) سن رائز۔ ہفتہ وار انگریزی اخبار چندہ پانچ روپے سالانہ

(۳) مصباح۔ مہینے میں دو بار خواتین کا اخبار چندہ ۲/۸ سالانہ

(۴) ریویو انگریزی۔ لنڈن ماہوار چندہ سات روپے سالانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر ایس کے برمن کی

تارا ٹریڈ مارک رجسٹرڈ

سخت امراض کی مجرب پیٹنٹ دوائیں

دمہ کے دورہ میں

دمہ کی دوا

دمہ خواہ پرانا ہو یا نیا اسکے کھاتے ہی دب جاتا ہے۔ سانس لینے میں تکلیف ہونا۔ زبان پھیکا رہنا۔ دل پر دھوئیں سا اٹھنا۔ کلیجہ پر بوجھ سا معلوم ہونا۔ کف کے ساتھ خون گرنا وغیرہ کل امراض کو رفع کرکے یہ دوا مرض کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ جب اور دیگر ادویات سے آپ مایوس ہوگئے ہوں۔ تو ایک مرتبہ اسکی بھی آزمائش ضرور کریں۔

قیمت فی شیشی ۱۲/ محصول ڈاک ۶/

کولا ٹانک

یہ بھی ایک لاجواب طاقت بخش دوا ہے۔ مریض۔ تندرست۔ لڑکے ضعیف۔ مرد و زن۔ سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ اسکے ہر ایک قطرہ میں فوائد بھرے ہوئے ہیں تھکے ماندے اجسام کو سرسبز کرنے والی یہ حیرت انگیز دوا اپنی آپ نظیر ہے۔ اسکے استعمال سے گلا صاف ہوکر آواز دلکش ہوجاتی ہے۔

قیمت فی شیشی ۱/۲ ایک روپیہ دو آنہ۔ محصول ڈاک ۶/

نوٹ۔ دوائیں سب جگہ دواخانوں میں ملتی ہیں۔ ڈاک خرچ بچانے کیلئے اپنے شہر میں ہمارے ایجنٹ سے خریدیں

صیغہ نمبر (۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ۔ شیخ محمد وارث رحمت علی سوداگر گوجرانوالہ

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپواکر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا